عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد:۳۲ | ۲۶ ذوالحجہ تا ۳ محرم ۱۴۳۵ھ مطابق یکم تا ۷ نومبر ۲۰۱۳ء | شمارہ:۴۱

ختمِ نبوّت
عقل کی روشنی میں

اللہ والوں کی بستی

تربیتِ اولاد اور اس کی اہمیّت

امام مہدی علیہ الرضوان

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مرتد بیوی اور بچہ کی کفالت کا حکم

محمد حنیف، کراچی

س:...... میں نے ۲۰۰۵ء میں نو مسلم عورت سے شادی کی تھی جو پہلے عیسائی تھی، اس عورت نے عدالت میں جج کے سامنے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگئی تھی، جس کے تمام دستاویزات میرے پاس موجود تھے۔ اس نے طلاق کا کیس کیا ہے، مجھے کل بروز ہفتہ کو معلوم ہوا ہے، اب صورت حال یہ ہے کہ وہ اب دوبارہ عیسائی ہوگئی ہے، میرا ایک بیٹا ہے جو اس کے پاس ہے، اس کی عمر سات سال ہے اب سوال یہ ہے کہ وہ بچہ کس کے ساتھ رہے گا؟ ان لوگوں کا اصرار ہے کہ بچہ ان لوگوں کے ساتھ رہے اور وہ لوگ اس کو عیسائی بنانا چاہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ بچہ مسلمان رہے، ان کی شرط ہے کہ میں اپنا مذہب چھوڑ دوں تو بچہ اور بیوی دونوں مل جائیں گے۔ آیا اب وہ میری بیوی ہے یا نہیں اور شریعت کے مطابق بچہ مجھے مل سکتا ہے یا نہیں؟ میں بچہ اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔

ج:...... صورت مسئولہ میں جب آپ نے عیسائی لڑکی کو مسلمان کرکے اس سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح درست تھا۔ اب مسلمان ہونے کے بعد وہ لڑکی دوبارہ عیسائیت اختیار کرچکی ہے تو وہ مرتدہ کے حکم میں ہے۔ جو مسلمان ہونے کے بعد اسلام سے پھر جائے، وہ مرتد کہلاتا ہے اور اس پر مرتد کے تمام احکامات لاگو ہوں گے۔ ان احکامات میں سے یہ بھی ہے کہ اگر وہ شادی شدہ ہو تو جیسے ہی وہ اسلام کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرے گا تو اس کا نکاح خودبخود ختم ہوجائے گا۔ اس لئے آپ کی مرتدہ بیوی کا طلاق کا کیس دائر کرنا بالکل غلط ہے، جب نکاح ہی نہیں رہا تو طلاق کا مطالبہ کرنا اور کیس دائر کرنا فضول ہے۔ اسی طرح مرتد کے حکم میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ اگر اس کے بچے موجود ہوں تو ماں باپ میں سے جو مسلمان ہوگا، بچے شریعت کے لحاظ سے اس مسلمان کے حوالے کئے جائیں گے، شرعی لحاظ سے ان بچوں کو مسلمان سمجھا جائے گا اور مرتد یا مرتدہ کو ان بچوں پر کوئی حق نہیں ہوگا، اس لئے آپ کا سات سال کا بچہ مسلمان ہے اور مرتدہ عورت اس کو اپنے قبضہ میں شریعت اور قانون دونوں لحاظ سے نہیں رکھ سکتی:

ہدایہ میں ہے:

"واذا ارتد أحد الزوجين عن الأسلام وقعت الفرقة بغير طلاق۔"

(ہدایہ، ج:۲، ص:۳۴۸، کتاب النکاح، باب نکاح اہل الشرک، طبع مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

"فإن كان أحد الزوجين مسلماً فالولد على دينه وكذلك إن أسلم أحدهما وله ولد صغير صار ولده مسلماً بإسلامه لأن في جعله تبعاً له نظراً له۔" (ایضاً، ج:۲، ص:۳۴۹)

اس لئے ہماری عدالت اور حکومت کا فرض بنتا ہے کہ وہ آپ کے مسلمان بچے کو اس مرتدہ عورت سے بازیاب کراکر آپ کے حوالے کریں اور اس میں رکاوٹ ڈالنے والوں کے خلاف سخت قانونی چارہ جوئی کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆............☆☆

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

جلد:۳۲ ۲۶ر ذوالحجہ تا۳ر محرم الحرام ۱۴۳۵ھ مطابق یکم تا ۷ر نومبر ۲۰۱۳ء شمارہ:۴۱

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

دعوت و تبلیغ اور تحفظ ختم نبوت	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
ختم نبوت.... عقل کی روشنی میں! (۱)	۷	مولانا محمد اسحاق صدیقی
اللہ والوں کی بستی!	۱۲	محمد وسیم غزالی
تعارف امام مہدی علیہ الرضوان	۱۷	مولانا سراج الحق
تربیت اولاد اور اس کی اہمیت!	۱۹	مولانا محمد عابد علی
مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ.... حیات و خدمات	۲۳	مفتی خالد محمود
پاکستان میں مرزائیل	۲۵	قاری شبیر احمد عثمانی
بقیہ اداریہ	۲۶	ادارہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون بیرونِ ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زرِ تعاون اندرونِ ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ: 0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

جہنم کے احوال

دوزخیوں کے کھانے کا بیان

"حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دوزخیوں پر بھوک مسلط کردی جائے گی، جس کی اذیت اس عذاب کے برابر ہوگی جس میں وہ پہلے سے مبتلا ہوں گے، چنانچہ وہ بھوک سے بے تاب ہوکر کھانے کی فریاد کریں گے، اور ان کی فریادرسی "ضریع" کے کھانے سے کی جائے گی جو نہ فربہ کرے، نہ بھوک کو دفع کرے، پس وہ دوبارہ کھانے کی فریاد کریں گے، اب ان کی فریادرسی ایسے کھانے سے کی جائے گی جو گلے میں اٹک جائے، اس وقت ان کو یاد آئے گا کہ دُنیا میں جب ان کے گلے میں کوئی چیز پھنس جاتی تھی تو وہ پینے کی کسی چیز کے ذریعے اسے حلق سے اُتارا کرتے تھے، چنانچہ پانی کی التجا کریں گے، تب ان کو کھولتا ہوا پانی زنبوروں کے ذریعے پکڑایا جائے گا، پس جب گرم پانی کے وہ برتن ان کے منہ کے قریب پہنچیں گے تو ان کے چہروں کے گوشت کو بھون ڈالیں گے، اور جب وہ پانی ان کے پیٹ میں داخل ہوگا تو ان کے پیٹ کے اندر کی چیزوں (انتڑیوں وغیرہ) کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے گا، پس وہ بے تاب ہوکر کہیں گے کہ: دوزخ پر مقرر فرشتوں کو پکارو، جب فرشتوں کو پکاریں گے تو فرشتے جواب دیں گے کہ: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلائل لے کر نہیں آئے تھے؟ (اور انہوں نے تمہیں تمرد وسرکشی کے چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی تلقین نہیں کی تھی؟) وہ کہیں گے: جی! رسول تو ہمارے پاس آئے تھے (مگر ہم نے ان کو جھوٹا سمجھا اور ان کی بات نہ مانی)۔ فرشتے کہیں گے: پھر تم پڑے پکارتے رہو (اب تمہاری چیخ وپکار بے سود ہے، کیونکہ تم نے انبیاء علیہم السلام کے مقابلے میں کفر کیا) اور کافروں کی پکار محض رائیگاں ہے۔ اب وہ آپس میں کہیں گے کہ: داروغۂ جہنم، مالک کو پکارو! چنانچہ وہ مالک (داروغۂ جہنم) کو پکاریں گے کہ: اے مالک! اپنے رَبّ سے کہو کہ وہ ہمارا فیصلہ کردے (یعنی ہمیں موت دیدے)، مالک ان کو جواب دے گا کہ: (نہیں! بلکہ) تم ہمیشہ اسی حالت میں رہوگے (موت کو موت آچکی ہے، اس لئے اب کسی دوزخی کو موت نہیں آئے گی)۔ امام اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مجھے بتایا گیا کہ دوزخیوں کے مالک کو پکارنے اور مالک کے (مذکور الصدر) جواب دینے کے درمیان ہزار سال کا وقفہ ہوگا (یعنی ہزار سال تک وہ مالک کو پکارتے رہیں گے، اور ہزار سال کے بعد جواب ملے گا تو یہ کہ: بک بک مت کرو، تم پر موت نہیں آئے گی، بلکہ تمہیں ہمیشہ اسی حالت میں رہنا ہے)۔ مالک داروغۂ جہنم کا مایوس کن جواب سن کر وہ آپس میں کہیں گے کہ: اب اپنے رَبّ ہی کو بلاواسطہ پکارو، کیونکہ تمہارے رَبّ سے بہتر تو کوئی نہیں۔ چنانچہ وہ التجا کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی اور کوئی شک نہیں کہ ہم گمراہ رہے، اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس دوزخ سے نکال دے، اگر دوبارہ ہم نے وہی کیا جو پہلے کرتے تھے تو ہم بڑے ظالم ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب وہ ہر طرف سے مایوس ہوکر گدھے کی طرح آواز نکالنے اور حسرت وویل پکارنے لگیں گے۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۸۳)

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ: "وَھُمْ فِیْھَا کٰلِحُوْنَ" (اور اس (جہنم) میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے۔ ترجمہ حضرت تھانویؒ) کی تفسیر میں فرمایا کہ: آگ کافر کو جھلس دے گی، پس اس کا اُوپر کا ہونٹ سکڑ کر سر کے درمیان تک پہنچ جائے گا، اور نیچے کا ہونٹ لٹک کر اس کی ناف سے جالگے گا۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۸۳)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

دوزخ کی زنجیروں کی لمبائی

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھوپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: اگر اس کھوپڑی کی مثل سیسے کا گولہ آسمان سے زمین پر پھینکا جائے تو رات سے پہلے زمین پر آرہے گا، حالانکہ یہ پانچ سو سال کی مسافت ہے، اور اگر یہی سیسے کا گولہ زنجیر کے سرے سے پھینکا جائے اور چالیس سال تک دن رات چلتا رہے تب بھی اس کی انتہا کو (یا فرمایا کہ اس کی تہ تک) نہیں پہنچے گا۔"

(ترمذی، ج:۲، ص:۸۳،۸۴)

قرآن کریم میں دوزخ کی ان زنجیروں کا ذکر ہے جن میں جہنمیوں کو جکڑا جائے گا:

"ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُھَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُکُوْہُ۔" (الحاقۃ:۳۲)

ترجمہ:... "پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو۔"

(ترجمہ مولانا تھانویؒ)

قرآن کریم میں اس زنجیر کی پیمائش ستر گز ذکر فرمائی گئی، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ خود اس گز کی لمبائی کتنی ہوگی؟ آخرت کے اُمور کا قیاس اور اندازہ دُنیا کے کسی پیمانے سے نہیں کیا جاسکتا۔ الغرض! اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو چیز پانچ سو سال کی مسافت صرف ایک دن میں رات سے پہلے طے کرسکتی ہے، وہی چیز دوزخی زنجیر کی مسافت کو چالیس برس میں بھی طے نہیں کرسکتی، اسی سے اس کے طول کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیسے کے گولے کا ذکر بطور خاص اس لئے فرمایا کہ سیسہ نہایت وزنی دھات ہے، اور چیز جتنی زیادہ وزنی ہو اسی قدر سرعت سے نیچے کو گرتی ہے، خصوصاً جبکہ گولے کی شکل میں ہو تو اس کی رفتار اور بھی تیز ہوجاتی ہے، واللہ اعلم!

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

دعوت وتبلیغ اور تحفظ ختم نبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

تبلیغ دین اور اس کی اشاعت کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ ہر ایک نبی نے اپنی قوم اور اہل علاقہ کو بڑی حکمت ودانائی اور پُر مغز نصیحت اور بصیرت سے اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلایا، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان، خاتم الانبیاء اور پوری کائنات کا نبی بنا کر مبعوث فرمایا تو آپ کی دعوت کا دائرہ کار بھی پوری کائنات کو بنایا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ”قل یا ایھاالناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا“... آپ فرمادیجئے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں... ”وما ارسلناک الا رحمة للعالمین“... ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس دعوت الی اللہ کی محنت کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا، ان کے بعد فقہاء، علماء، محدثین، مجاہدین، صوفیاء اور اہل اللہ نے اپنے اپنے زمانہ اور اپنے اپنے انداز میں اس دین کی عالی محنت کو افراد امت تک پہنچایا۔

برصغیر ہندوستان میں اسلام کی چودھویں صدی میں ایک مرد درویش، بزرگ عالم دین حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی دینی حالت افسوس ناک حد تک ابتری کا شکار ہے، مسلمان اسلام کا نام تو جانتے ہیں مگر ان کو کلمہ اسلام ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کا صحیح تلفظ تک نہیں آتا تو اس پر ان کو بہت دکھ اور صدمہ ہوا اور سوچنے لگے کہ مسلمانوں کی اصلاح اور تربیت کے لئے کس طرح کام شروع کیا جائے؟ آپؒ نے اس مقصد کے لئے حرمین شریفین کا سفر کیا، مقامات مقدسہ میں نہایت عجز وانکسار اور خشوع وخضوع سے بارگاہ الٰہی میں عرض ومعروض کیں، اس کے بعد آپ واپس ہندوستان آئے اور دعوت کا کام شروع کردیا۔ اس کے لئے آپ کا معمول تھا کہ آپؒ شہر کے بازاروں، گاؤں، قصبوں اور کھیتوں میں جاتے اور وہاں موجود مسلمانوں کو دین کی دعوت دیتے، انہیں مساجد اور تعلیم کے حلقوں سے جڑنے کی ترغیب دیتے تاکہ وہ اس طرح نماز، روزہ اور اسلام کے بنیادی مسائل سیکھیں اور اس کے بعد ان سے مطالبہ ہوتا کہ وہ ان بنیادی مسائل اور اسلامی آداب کو سکھانے کے لئے اپنے خرچ پر مہینہ میں تین دن، سال میں چالیس دن اور عمر بھر میں چار ماہ کے لئے اس راہ میں نکلیں اور جماعت والوں کے لئے اصول بنادیا کہ اپنے خرچ پر نکلیں، سیاسی امور میں دخل اندازی سے دور رہیں اور اجتہادی، فروعی اور فقہی مسائل کو نہ چھیڑا جائے اور ہر شخص نے جو بھی فقہی مسلک اختیار کیا ہوا ہے اس پر عمل کرے یا اس مسلک پر جو اس ملک میں رائج ہو اور پوری توجہ اور اہتمام سے ایمان، یقین، اخلاص، علم، ذکر مسلمانوں کے اکرام اور ان کے حقوق کا خیال رکھے اور دعوت وتبلیغ میں مصروف رہے۔

کچھ لوگوں کے ذہنوں میں اس جماعت کے متعلق اشکالات آتے رہتے ہیں، ان کی تسلی کے لئے سوال وجواب پر مشتمل ایک گفتگو جو امیر ثالث حضرت مولانا انعام الحسنؒ اور ایک عرب شیخ کے مابین ہوئی اس کو ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے:

”۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں کویت کے سفر میں ایک ممتاز عالم دین عرب آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے، متعدد شیوخ ان کے ساتھ تھے۔ حضرت مولانا نے ایک علمی ودینی شخصیت ہونے کی بنا پر ان کا پرتپاک استقبال واعزاز فرمایا، کافی دیر تک یہ مجلس قائم رہی، اس موقع پر کویتی شیخ نے مختلف النوع معاملات ومسائل پر حضرت مولانا سے سوالات کئے اور آپ صاف وشستہ عربی زبان میں ان کے جوابات دیتے گئے، یہاں شیخ کے سوالات اور حضرت مولانا کے برجستہ جوابات پیش کئے جاتے ہیں:

س:......آپ کی دعوت کیا ہے؟

ج:......ہماری دعوت یہ چھ نمبر ہیں، کلمہ طیبہ، نماز، علم وذکر، اکرام مسلم، اخلاص نیت، تفریغ وقت، پھر آپ نے ان نمبرات کی مختصر تشریح فرما کر ذکر میں تین تسبیح بتلائیں اور فرمایا کہ یہ حدیث میں وارد ہیں اور اکرام مسلم کے ضمن میں فرمایا کہ گناہگار کی ذات سے تو محبت کی جائے..... لیکن اس کے گناہ سے نفرت کی جائے۔

س:......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں ایک ترتیب ہے، وہ یہ کہ پہلے دعوت پھر ہجرت... پھر قیام دولت، پھر سلطنت، آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

ج:......آپ کی دعوت دولت وسلطنت کے لئے نہیں، بلکہ خالص اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے تھی اور اسی کے لئے آپ نے ہجرت بھی فرمائی اور ضابطہ یہ ہے کہ جب دین کا کام چلتا رہتا ہے تو خدائے پاک تدریجاً بلندی عطا کرتے ہیں، جس میں قیام، سلطنت ودولت بھی آ جاتی ہے۔''

س:......کفار اور مشرکین کے بارے میں آپ کا کیا موقف ہے؟ کیا ان کو دعوت دینی چاہئے؟

ج:......جب مسلمان عمل پر آ جائیں گے تو پھر اس وقت مسلمان ہی کفار کو دعوت دیں گے۔ اس وقت تو مسلمانوں کی بے عملی ہی رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ ایک غیر مسلم مسلمان ہوا، پھر مرتد ہو گیا کہ بس مسلمانوں سے تو ہماری ہی زندگی بہتر ہے۔

س:......کیا آپ ان کی حکومت لے لیں گے؟

ج:......نہیں! بلکہ ہم ان کو دعوت دیں گے کہ وہ اپنے مالک اور خالق کو پہچاننے والے بن جائیں۔

س:......کیا آپ نے کبھی زعماء کفار کو دعوت دی ہے؟

ج:......نہیں!!

س:......کیوں نہیں دی، جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملوک کو دعوت کے خطوط لکھ کر ان کو دعوت دی ہے؟

ج:......حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعوت اس وقت دی تھی جب کہ پندرہ سال بعد مسلمان، مسلمان بن چکے تھے۔

س:......مسلمانوں کے اندر جو جماعتیں ہیں، کیا ان کے زعماء کو ایک امر پر جمع کرنے کی آپ نے کبھی کوشش کی ہے؟

ج:......ہندوستان کے ایک عالم دین کا نام لے کر فرمایا کہ انہوں نے اس کی بہت کوشش کی لیکن مایوس ہو گئے اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسلمانوں کے لئے ذکر وزاویہ بہتر ہے۔

س:......کیا مسلمان بادشاہوں کو آپ نے دعوت دی ہے؟ جیسے ابراہیم ادہم وغیرہ بادشاہوں کو نصیحت کیا کرتے تھے؟

ج:......نہیں! ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے والے کون لوگ ہیں؟ اس نے کہا کہ نیچے کے درجے کے لوگ ہیں، اس پر اس نے کہا کہ پھر تو وہ اللہ کے سچے نبی ہیں، کیونکہ نبیوں کے متبعین شروع میں غریب لوگ ہی ہوتے ہیں، بڑے لوگ نہیں ہوتے۔

س:......جب حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو قبیلہ اشہل کے لوگوں کو دعوت دی تھی اور وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

ج:......دعوت کا اصل میدان تو ضعفاء ہی بنیں گے، پھر تدریجاً دعوت ان زعماء تک بھی پہنچ جائے گی۔

س:......آپ کے پاس صرف دعوت ہے یا اور بھی کچھ ہے؟

ج:......دعوت بھی ہے اور دُعا بھی ہے، دن کو دعوت والا عمل کیا جائے اور رات کو اللہ جل جلالہ سے دُعا مانگی جائے۔

س:......اگر آپ کے پاس کوئی مظلوم آئے اور کہے کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے تو آپ کیا فرمائیں گے؟

ج:......حسب استطاعت اس کی نصرت کریں گے، ورنہ کہیں گے کہ صبر کرے اور دُعا کرے، کیونکہ مظلوم کی دُعا مستجاب ہوتی ہے۔

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

ختم نبوت.... عقل کی روشنی میں!

مرسلہ: مولانا محمد شفیق علوی (۱) مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی

اسلام ایک عزیز و عظیم امانت ہے اور امت مسلمہ اس دین مبین کی امین اور ہم اگر اس کی حفاظت میں کوتاہی کریں تو یقیناً یہ بہت بڑی خیانت ہوگی، جس کی پاداش میں روز قیامت ہم گرفتار عذاب الیم ہوں گے۔

اس گراں بہا امانت کی حفاظت کے معنی یہ ہیں کہ اس کا ایک ایک جزو اسی طرح باقی رہے، جس طرح اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ نے امت کو عطا فرمایا تھا اور اس میں ذرا سی بھی تبدیلی، تحریک یا کمی بیشی کو گوارا نہ کیا جائے۔

حفاظت دین کا تقاضا

حفاظت دین ایک اہم فریضہ ہے، جو پوری امت محمدیہ علیہ الف الف تحیہ پر عموماً اور اس کے علماء وقائدین پر خصوصیت کے ساتھ عائد ہوتا ہے۔ اس کا بدیہی تقاضا یہ ہے کہ جو لوگ دین میں تبدیلی و تحریف کی کوشش کریں، ان کی گمراہی کو علی رؤس الاشہاد واضح اور دلائل و براہین کی روشنی میں ان کے دجل و فریب کو آشکارا کیا جائے۔

گمراہی کے مختلف درجات ہیں اور ہماری ذمہ داری یہ بھی ہے کہ ہم کسی فرد یا گروہ کو گمراہ یا جادۂ استقامت سے منحرف کہتے وقت، یہ بھی واضح کر دیں کہ اس کی گمراہی کا درجہ اور دین حق سے اس کے انحراف کی نوعیت کیا ہے؟

یہ درحقیقت دین کے اس جزو کے درجہ و مرتبہ پر موقوف ہے، جس کے انکار کا جرم اس گمراہ گروہ یا فرد نے کیا ہے۔ اجزاء دین میں سب سے بڑا درجہ ضروریات دین کا ہے، جن کا انکار کفر و ارتداد کے مترادف ہے۔ ضروریات دین میں سے کسی جزو کا انکار اسلام کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا اور اس معاملہ میں کوئی تاویل بھی منکر کو کفر و ارتداد سے نہیں بچا سکتی۔

یہاں اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل غیر ضروری بھی ہے اور موجب طوالت بھی، لیکن ہم اتنا ضرور کہیں گے کہ ایسے لوگوں کو جو اسلام کے کسی ضروری عقیدے کے منکر ہوں (خواہ یہ انکار کسی تاویل ہی پر مبنی کیوں نہ ہو) اسلام میں داخل سمجھنا خود اسلام پر ایک اتہام و بہتان اور ظلم کے مرادف ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت

عقیدۂ ختم نبوت بھی ضروریات دین میں داخل ہے اور اس کا انکار یقیناً کفر و ارتداد ہے، جس سے کوئی تاویل نہیں بچا سکتی۔ اہل سنت کے نزدیک یہ ایک مسلّمہ مسئلہ ہے۔ اس کے متعلق زیادہ تفصیل بخوف طوالت ترک کر کے ہم صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طرز عمل پیش کرتے ہیں جو انہوں نے منکرین ختم نبوت کے ساتھ اختیار کیا تھا۔ منصف مزاج اور سمجھدار مسلمان کے لئے یہ ایسی بدیہی دلیل ہے کہ جس کے بعد اسے کسی مزید دلیل و برہان کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلے جس فتنہ عظیمہ سے صحابہ کرامؓ کو مقابلہ کرنا پڑا، وہ یہی انکار ختم نبوت کا فتنہ تھا۔ اس کے متعلق یہ واقعہ پیش نظر رکھئے کہ مدعیان نبوت اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب اور ان کے متبعین کلمہ گو اور اسلام کے مدعی تھے، وہ توحید کے بھی مقر تھے اور رسالت محمدیہ کے بھی، مگر صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت نے اجماعی طور پر انہیں خارج از اسلام اور مرتد قرار دیا اور اس وقت تک چین نہ لیا، جب تک اس مرتد گروہ کا قلع قمع نہ کر دیا۔

صحابہ کرامؓ جنہوں نے براہ راست معلم اعظم ﷺ سے دین کی تعلیم اور اس کی فہم حاصل کی تھی، ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ ان کا یہ طرز عمل ایک طرف تو اس حقیقت کو اور زیادہ روشن کر دیتا ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت ضروریات دین میں داخل اور اس کا بہت ہی اہم جزو ہے، جس کی حفاظت کرنا بہت ہی اہم فریضہ ہے۔ دوسری طرف یہ بھی بتا رہا ہے کہ اس کے منکرین کو قطعی طور پر خارج از اسلام قرار دیا جائے گا اور اس سلسلہ میں کسی تاویل و توجیہ کو قابل سماعت نہ سمجھا جائے گا۔

تعجب خیز ہے طرز عمل ان حضرات کا جو صحابہ کرامؓ کے اس طرز عمل سے واقف ہوتے ہوئے بھی قادیانیوں کی حمایت فرماتے رہتے ہیں اور انہیں مسلمان کہتے ہیں۔ حد ہو گئی کہ یہ حضرات خود مرزا قادیانی کو باوجود ان کے کھلے ہوئے دعویٔ نبوت کے دائرہ اسلام میں داخل سمجھتے ہیں اور اس کے لئے ان کی طرف سے عجیب و غریب تاویلات کرنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔ یہ طریقہ صحابہ کرامؓ کے مندرجہ بالا اجماعی مسلک کے خلاف ہونے کے علاوہ آیت کریمہ ”وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا“ کے

بھی صراحۃ مخالف ہے۔

اس کے ساتھ یہ طرز امت کے لئے سخت ضرر رساں بھی ہے۔ ناواقف مسلمان جب قادیانی گروہ کو بھی ایک اسلامی فرقہ سمجھیں گے اور ان کے اختلاف کو زیادہ اہمیت نہ دیں گے تو ان کا لٹریچر بھی پڑھیں گے اور ان کی گمراہ کن تقریریں بھی سنیں گے۔ اس اختلاط کا نتیجہ ان لوگوں کے حق میں جو دین سے بہت کم واقف ہیں اور فہم دین بھی کم ہی رکھتے ہیں، بعض اوقات ارتداد و ضلال کی صورت میں نکلے گا۔ یہ محض عقلی احتمال نہیں ہے، بلکہ اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ حیدرآباد دکن (ہند) کے ایک وکیل کا واقعہ ابھی چند ماہ کا ہے جو اسی طرح قادیانی لٹریچر دیکھ کر اسلام کو چھوڑ کر قادیانیت کی دلدل میں پھنس گئے۔ یہ واقعہ مشہور ہے اور اخبارات میں آچکا ہے۔

فتنہ کا مقابلہ کرنے کی ضرورت

انکار ختم نبوت کا فتنہ بہت ہی شدید فتنہ ہے۔

اس کی شدت کی نسبت سے اس کے مقابلہ کا فریضہ بھی اہم ہوجاتا ہے۔ اگر ہم اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کریں گے تو کل دربار الٰہی میں ذلیل و خوار اور خاتم النبیین ﷺ کے سامنے نادم و شرمسار ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ مقابلہ کی ایک ہی شکل ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کو دلائل و براہین کی روشنی میں دلنشین انداز میں پیش کیا جائے اور اس قسم کے لٹریچر کو حتی الامکان ہر مسلمان تک پہنچایا جائے۔ یہ کتاب اسی مقصد کے لئے ایک کوشش ہے، جسے جہد المقل کہنا موزوں ہے۔

کتاب کا موضوع عقیدہ ختم نبوت ہے، نہ کہ ردّ قادیانیت۔ اگرچہ اس سے خود بخود ان کے مذہب باطل کی جڑ کٹ جاتی ہے، لیکن اصل مقصد یہ ہے کہ اس عقیدہ کے نورانی چہرے سے حجابات کو اٹھا دیا جائے تاکہ اس کی تابناکی کی وجہ سے ظلمت قادیانیت خود بخود پارہ پارہ ہوکر معدوم و فنا ہو جائے۔ منصف مزاج قادیانی بھی اس سے ہدایت حاصل کر کے قادیانیت کے ضلال سے نجات پاسکتے ہیں اور ناواقف مسلمان بھی اس تریاق کے ذریعہ سے دشمنان ختم نبوت کے زہر سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔ دونوں مقصد پیش نظر ہیں، لیکن نتیجہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

موضوع کی تخصیص کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ خاتم النبیین ﷺ سے غداری کرنے والوں نے اب یہ چال چلنا شروع کی ہے کہ اپنے متبنّی کے دعوائے نبوت کی دعوت دینے سے پہلے امت مسلمہ کے دین سے ناواقف افراد خصوصاً جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو عقیدۂ ختم نبوت سے منحرف یا کم از کم اس کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ ایک کفر و ضلال دوسرے کفر و ضلال کے لئے زمین ہموار کردے۔

یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں مسئلہ پر زیادہ تر عقلی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے، تاکہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ زیادہ مستفید ہو سکے، کیونکہ یہی طبقہ اس خطرے میں زیادہ مبتلا ہے۔ اگرچہ نقلی دلائل نقل کرنے میں بھی کوئی کمی نہیں کی گئی، ان کی تعداد بھی خاصی اور بالکل کافی و شافی ہے، بلکہ اگر قوت اور تسکین بخشی کے زاویہ سے غور کیجئے تو ان سے ہر ایک دلیل کافی نظر آئے گی۔ بقیہ کا درجہ ضرورت کی بجائے تبرع اور تقویت مزید کا قرار پائے گا۔

"ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم • وتب علینا انک انت التواب الرحیم"

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین الذی لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین. اما بعد!

مہر عالمتاب کی تابانی، ماہ منور کی نور افشانی، انجم نوری کی ضیاء باری، خاکدان ارضی کی تیرگی دور کرنے میں ناکام رہیں، تاآنکہ مطلع ہدایت سے نور نبوت کی شعاع نور افروز طلوع ہوئی۔ دنیا کی قسمت بیدار ہوئی اور ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے فرش خاک کو اپنے قدم مبارک سے اعزاز افلاک بخشا، یہ صبح سعادت دنیا کی سب سے پہلی صبح صادق تھی۔

گردش لیل و نہار کے ساتھ نجوم نبوت کا طلوع و غروب بھی جاری رہا۔ حضرات نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، ایوب، سلیمان، اسحٰق، اسماعیل علیہم السلام اور ان کے علاوہ بہت سے حضرات کے اسماء گرامی سے ہم اور آپ واقف ہیں، مگر بکثرت ایسے بھی ہیں جن کے ناموں سے ہم بالکل ناواقف ہیں۔ ہاں! یہ جانتے ہیں کہ ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے، جو یکے بعد دیگرے آتے رہے اور یہ سلسلہ تھوڑے تھوڑے وقفوں کے ساتھ جاری رہا، یہاں تک کہ مکہ مکرمہ سے آفتاب رسالت طلوع ہوا، محفل انجم برخاست ہوگئی اور سلسلۂ نبوت و رسالت سید المرسلین ﷺ پر ختم کردیا گیا۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہ ایک سوال ہے جس نے اس زمانہ میں غیر معمولی اہمیت اختیار کرلی ہے۔

اہمیت کی وجہ

قرآن مجید نے بہت صفائی کے ساتھ اس واقعہ کا اعلان کردیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور قرآن مجید انسان کے لئے آخری اور مکمل ہدایت نامہ ہے۔ سید المرسلین ﷺ کے بعد قیامت تک اب کسی شخص کو مرتبۂ رسالت پر فائز نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح قرآن حکیم کے بعد کوئی کتاب ہدایت قیامت تک نہیں بھیجی جائے گی۔ یوم آخر تک ساکنان دنیا کے لئے دو ہی نوری مینار ہیں، جن سے وہ رضاء الٰہی کا راستہ پاسکتے ہیں: ایک قرآن مبین اور دوسرا سیرت مقدسہ۔ قرآن حکیم کے علاوہ خود نبی کریم ﷺ نے بہت وضاحت کے ساتھ اس کا

اعلان واظہار فرمادیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا اور نوع انسانی میں نبوت ورسالت کا شرف واعزاز کسی جدید شخص کو نہیں دیا جائے گا۔ قرآن وصاحب قرآن کے ان روشن بیانات کے بعد اس مسئلہ میں کسی اختلاف کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ قرن اول میں اس کے بارے میں کسی ادنیٰ شک وشبہ کا بھی وجود نہ تھا اور صحابہ کرامؓ کے نزدیک اس بارے میں دو رائیں ہونے کی ذرہ برابر بھی گنجائش نہ تھی۔

صحابہ کرامؓ کے دور مسعود کے بعد شیعیت نے تحریک کا لباس اتار کر مذہب وفرقہ کا جامہ پہنا تو اس کی بنیاد مسئلہ امامت پر رکھی۔ اس مسئلہ کی اختراع ختم نبوت کے خلاف سب سے پہلی بغاوت تھی۔ انہوں نے اپنے ائمہ کی طرف اوصاف ولوازم نبوت، تمام وکمال منسوب کئے، بلکہ ان میں بعض ایسے کمالات کے قائل ہوئے جو انبیاء ومرسلین کے لئے بھی ثابت نہیں ہیں۔ لیکن باوجود اس کے انہیں صراحۃً نبی ورسول کہنے کی جرأت نہ کرسکے، جس کی وجہ یہ تھی کہ ختم نبوت کا عقیدہ اہل اسلام میں اس قدر مستحکم اور اس قدر مشہور تھا کہ کوئی شخص اس کا صریح انکار کر کے زمرۂ مسلمین میں داخل رہنے کا دعویٰ ہی نہ کرسکتا تھا، نہ کوئی شخص اس کا تصور کرسکتا تھا کہ سید المرسلین کو خاتم النبیین تسلیم کئے بغیر کسی کا اسلام قائم رہ سکتا ہے۔

یہ دور بھی گزر گیا اور وہ وقت آ گیا کہ عقیدۂ امامت نے انکار ختم نبوت کو جو پودا نصیب کیا تھا وہ درخت کی شکل اختیار کر کے برگ وبار لے آئے۔ اس وقت کو قریب لانے میں یہود ونصاریٰ کی سازشوں کو بھی بہت کچھ دخل ہے، جنہوں نے سید الانبیاء ﷺ کی عظمت کو گھٹانے اور امت محمدیہ علیہ الف الف تحیہ میں افتراق، بے راہ روی اور لامرکزیت پیدا کرنے، نیز اپنے سیاسی ومعاشی مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے اس عقیدہ میں رخنہ ڈالنے اور اسے متزلزل کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ یہ کوشش بڑے سلیقہ کے ساتھ مسلسل کی گئی، یہاں تک کہ اسلام کا نام لے کر نبوت کا دعویٰ کرنے والوں اور خاتم النبیین سے بیوفائی کر کے ان کی اتباع کرنے والوں کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا، جس کی مجموعی تعداد خاصی ہے۔ ہمارے قریبی دور میں ان مدعیان کاذب میں مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کی شخصیت بہت نمایاں ہے۔

قادیانیت

یہود کی پشت پناہی اور حکومت برطانیہ کی سرپرستی میں اس گروہ نے ترقی کی۔ مغربی مستشرقین میں سے ایک خاصا گروہ، خصوصاً اس کا یہودی عنصر اس جماعت کو اپنا آلہ کار بنائے ہوئے ہے اور اپنی طاقت اس ناپاک مقصد پر مرکوز کئے ہوئے ہے کہ اہل اسلام کے دلوں میں عقیدہ ختم نبوت کی شمع فروزاں کو گل کر کے نبی کریم خاتم المرسلین ﷺ کے ساتھ ان کی وفاداری کو متزلزل کر دے۔ پائے استقامت کی یہ لغزش انہیں قادیانیت کے مہلک غار میں بھی آسانی کے ساتھ گراسکتی ہے اور الحاد وزندقہ کی طرف بھی سہولت کے ساتھ لے جاسکتی ہے۔ روشن بات ہے کہ وفاداری کا محور بدلنے، توحید، امامت ختم ہونے اور اعتقاد میں تزلزل پیدا ہونے کے بعد ہر راہ رو کے ساتھ چلنے کا رجحان پیدا ہو جانا طبعی چیز ہے۔ طبیعت کے اس تلون سے بہت سے ابلیس، آدم رو فائدہ اٹھاسکتے ہیں اور مسافروں کو وادیٔ حیرت کے راستہ سے قعر ضلال تک پہنچا سکتے ہیں۔ ختم نبوت میں شک وشبہ دراصل نبی امی ارواحنا فداہ کی نبوت پر اعتماد واطمینان کی کمی کی علامت ہے۔ جو شخص قرآن حکیم اور سنت سید الاولین والآخرین پر پورا اعتماد رکھتا ہے اور مسائل زندگی کو ان کی روشنی میں حل کرنا چاہتا ہے، اسے قیامت تک کسی دوسرے نبی یا کسی دوسری کتاب کا انتظار نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ اس حقیقت کا مشاہدہ کر لیتا ہے کہ ہدایت کے ان آفتابوں کی روشنی اس قدر تیز اور دور رس ہے کہ عالم کے آخری دن تک راہ حیات کی ہر تاریکی اس سے گریزاں ہو جاتی ہے اور اس روشنی میں ہر راہ رو جس کی بینائی باقی ہے، صراط مستقیم پر بے خوف وخطر بغیر کسی دوسرے رہبر کے نہایت سہولت وآسائش کے ساتھ چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ انوار کتاب وسنت نے اللہ تعالیٰ کا راستہ روشن کر دیا ہے، راہ روشن پر روز روشن میں چراغ کی تلاش صرف بے اعتمادی کے سودائے خام کا اثر ہوسکتا ہے۔

منصب نبوت سے بے خبری:

ختم نبوت کے بارے میں شک وشبہ کی وادیٔ پرخار میں پھنسانے والی یا قعر انکار میں گرانے والی ایک نفسی بیماری ہے جو کبھی کتاب وصاحب کتاب پر بے اعتمادی کے واسطہ سے اور کبھی بلاواسطہ اس ہلاکت آفریں بے راہ روی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ یہ ہے منصب نبوت سے بے خبری اور جہالت۔ نئے نبی کی تلاش کرنے والوں کی کوتاہ بینی اور پست نظری اس مرتبۂ بلند کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے جو حق تعالیٰ جل شانہ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا ہے۔ انہیں یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ ہر وہ شخص جو ان کی دانست میں سوسائٹی کی اصلاح کے لئے کوشاں ہو اور اپنے ذہن کو بلندی یا کردار کی خصوصیت کی وجہ سے معاصرین میں ایک ممتاز درجہ حاصل کرے، منصب نبوت کا اہل ہوسکتا ہے۔ حالانکہ صرف اصلاحی کام ہی نہیں، بلکہ انقلابی کام بھی اس منصب عظیم کی اہلیت وصلاحیت سے ادنیٰ تعلق بھی نہیں رکھتا ہے۔ نبوت نہ تو محض فکری بلندی کا نام ہے، نہ عملی صلاحیتوں کا۔ بے شک انبیاء علیہم السلام ذہن وفکر کے لحاظ سے ساری دنیا سے ممتاز ہوتے ہیں اور اخلاق وکردار نیز عملی صلاحیتوں اور استعداد کے اعتبار سے ان کے کاخ بلند تک عوام کا طائر خیال بھی نہیں پہنچ سکتا، مگر یہ مرتبہ عظمیٰ ذہن وفکر یا علم وعمل کی بلند پروازی سے بہت

بلند اور ان کی دسترس سے باہر ہے۔ یہ ایک وہبی مرتبہ اور انتخابی درجہ ہے، جس پر وہی حضرات ممتاز اور فائز ہوتے ہیں، جنہیں رب العالمین کی رحمت خاصہ نے اس عہدے کے لئے منتخب کرلیا اور اپنے خطاب سے مشرف فرمایا۔ وحی ربانی ان کی خصوصیت خاصہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے انتخاب ان کا حقیقی امتیاز ہے۔ جب تک کسی شخص میں یہ دو خصوصیتیں روز روشن کی طرح واضح نہ ہوں اور ناقابل تردید ثبوت انہیں روشن نہ کردے، اس وقت تک اسے مرتبۂ نبوت پر فائز سمجھنا ایک ہلاکت خیز جسارت اور اللہ تعالیٰ پر افتراء و بہتان ہے۔

عصمت:

بے داغ زندگی اور مثالی کردار جسے اصطلاح شریعت میں عصمت سے تعبیر فرمایا گیا ہے، اس مرتبۂ عظمیٰ کے لوازم میں داخل ہے جو ارتقاء انسانیت کا آخری درجہ اور بلند ترین مقام ہے۔ ان امور پر نظر کئے بغیر کسی مدعی نبوت ورسالت کے دعویٰ کی طرف التفات کرنے والے عقلی وروحانی خودکشی کے مرتکب ہوتے ہیں، وہ مستحق ملامت ہیں نہ کہ مستحق تعزیت۔

مقام نبوت سے بے خبر، سید الانبیاء کے مرتبۂ عظیمہ سے کیا واقف ہو سکتے ہیں؟ انہیں کیا معلوم کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی سب انبیاء وملائکہ اور اللہ تعالیٰ کے ہر بندے سے زیادہ افضل وبرتر ہے۔ ان کی لائی ہوئی کتاب کامل ترین وافضل ترین کتاب ہے اور جس دین کی انہوں نے دعوت دی ہے، وہ کامل ترین وافضل ترین دین ہے۔ کامل ترین نبی، کامل ترین کتاب اور کامل ترین دین کے بعد کسی نئے نبی یا نئے دین یا نئی کتاب کا انتظار ایسا ہی ہے جیسے کوئی جوان عالم شباب کے بعد سن طفولیت کے عود کرنے کا انتظار کرے یا کوئی شخص مقوی ولذیذ غذا کھانے کے بعد شیر مادر پینے کی خواہش کرے۔

دینی مزاج کا فساد:

عرض کیا جاچکا ہے کہ اسلام کے دور اول میں مسئلہ ختم نبوت میں اختلاف کی گنجائش ایک ناقابل فہم شئے تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دور کے مسلمانوں کے ایمان بالرسالت میں شائبہ ضعف بھی نہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ اور قرآن کریم پر اعتماد بلند ترین درجہ کا تھا۔ اس قوت واعتماد کا راز ان کے صحیح دینی مزاج میں پنہاں تھا۔ ایک مدت کے بعد جب دوسرا دور شروع ہوا اور امت مسلمہ میں بکثرت نئے افراد داخل ہوئے، جن کی دینی تربیت کا کوئی مناسب انتظام نہ ہوسکا تو بحیثیت مجموعی امت کا یہ دینی مزاج فاسد ہوگیا اور اس فساد نے کتاب اور صاحب کتاب پر اعتماد کم کر دیا، جس نے رفتہ رفتہ عقیدہ ختم نبوت میں اختلاف وشک کا دروازہ کھول دیا۔

دو سبب:

یہ فساد مزاج کیوں پیدا ہوا؟ اسے سمجھ لینا بہت مفید ہے۔ اس کی روشنی میں ہم ان تحریکوں کی ساخت اور ان کے مزاج ومقصد کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، جو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف وقتاً فوقتاً اٹھتی رہیں یا اس وقت چل رہی ہیں اور ہم ان کی شکلوں سے فریب کھائے بغیر ان کی روح تک سہولت کے ساتھ پہنچ سکتے ہیں۔ تفصیل میں تو بہت طوالت ہوگی، اجمالی طور پر ہمارے نزدیک اس کے دو سبب ہیں۔

اول: یہود کی مساعی اور ان کے اثرات۔

دوم: دین میں فلسفہ کی آمیزش۔

یہود کی کوششیں:

اقوام عالم میں یہود کو اپنے مزاج قومی اور کردار اجتماعی کے لحاظ سے ایک خصوصیت وامتیاز حاصل ہے۔ قرآن نے ان کی خصوصیات کو مختلف مقامات پر واضح فرمایا ہے۔ من جملہ ان کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ بربنائے بغض وعناد کسی شخص یا قوم کو گمراہی وضلال کی دلدل میں پھنسا دینا ان کا محبوب طریقہ ہے۔

"وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ" (آل عمران:۶۹)

ترجمہ: "اہل کتاب کا ایک گروہ (یہود) پسند کرتا ہے کہ تمہیں گمراہ کردے۔"

موجودہ مسیحیت کی گمراہی بھی اسی مغضوب علیہم قوم کی رہین منت ہے، بلکہ پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت جو مسیحیت موجود ہے وہ درحقیقت یہودیت ہی کی ایک شاخ ہے۔ اسلام ورسول اسلام سے عداوت اور نسلی تعصب وعداوت کی بناء پر انہوں نے یہی طریقہ مسلمانوں کے ساتھ اختیار کیا اور مسلمانوں کو جادۂ حق سے ہٹانے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔

محمد اسماعیلی ﷺ کی بے مثال عظمت، نسلی عصبیت کی بناء پر یہود کی نظروں میں خار کی طرح کھٹکتی رہتی تھی۔ حسد کی آگ نے ان کے سینوں کو آتش کدۂ نمرود بنا دیا تھا، جس میں وہ فرزند خلیل اللہ کی عظمت کو جلانا چاہتے تھے۔ انہیں یہ غم کھائے جارہا تھا کہ نبی آخر الزمان نے تشریف لاکر ہمیشہ کے لئے بنو اسرائیل کو شرف نبوت سے محروم کر دیا۔ حالانکہ سیادت ونبی زادگی کا غرور اس سے پہلے انہیں بہت پختہ یقین دلاتا رہتا تھا کہ شرف نبوت صرف ان کے خاندان اور ان کی قوم کا حصہ ہے اور خاتم النبیین کا مرتبۂ عظمیٰ کسی اسرائیلی ہی کو حاصل ہوگا۔ اس شرف عظیم سے محرومی نے انہیں آتش زیر پا کر دیا۔ ان کی ایک جماعت نے تو عقل ودانش سے کام لے کر اسلام قبول کرلیا اور اس عظمت وشرف کو نسلی تعلق کے بجائے ایمانی تعلق کے ذریعہ سے حاصل کرلیا۔ لیکن اکثریت کی عقل وبصیرت، غرور وحسد کی آتش سوزاں میں جل کر خاک سیاہ ہوگئی اور انہوں نے ہر اس کوشش کو اپنا مقصد حیات بنالیا، جو (خاکم بدہن) بظاہر نبی عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ماہ

عظمت وجلالت پر خاک ڈالنے کے مترادف ہو۔

اسی سلسلہ کی ایک کوشش یہ تھی کہ اہل اسلام کے عقیدہ ختم نبوت پر ضرب لگائی جائے۔ عقیدہ امامت بھی اسی لئے اختراع کیا گیا کہ اس عقیدہ کی دیوار میں رخنہ پیدا کر دیا جائے اور اس طرح آنحضور ﷺ کی بے مثال عظمت کو دلوں سے مٹایا جائے۔ غالباً بارہ کا عدد بھی بارہ نقباء واسباط کی وجہ سے اختیار کیا گیا ہے جو عقیدۂ امامت کے یہودی الاصل ہونے کی غمازی کر رہا ہے۔

امت میں ضعف آنے کے بعد یہ کوشش تیز تر ہوگئی اور یہودیت سے متاثر ہونے والے مدعیان اسلام کو اپنی نبوت کے اعلان یا مدعیان نبوت پر کھلم کھلا ایمان لانے کی جرأت پیدا ہوئی۔

سید الانبیاء ﷺ اور دین اسلام کی عداوت کے علاوہ خود فریبی بھی یہود کے دلوں میں کسی نئے نبی کا انتظار پیدا کرنے کا ایک قوی سبب ہے۔ اس متن کی شرح یہ ہے: یہود مدینہ کے علماء خوب سمجھتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی نبی ہیں، جن کی آمد، آمد کی پیشین گوئی توراۃ میں فرمائی گئی ہے:

"اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ" (الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ: "جو لوگ ان نبی امی کی پیروی کریں گے، جنہیں وہ تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔"

پیشین گوئی اس قدر واضح اور علامات ایسے صاف تھے کہ یہود آنحضور ﷺ کو بغیر کسی شک وشبہ کے پہچانتے تھے۔

"یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ" (البقرۃ:۱۴۶)

ترجمہ: "یہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پہچانتے ہیں، جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔"

"اَوَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ" (الشعراء:۱۹۷)

ترجمہ: "کیا ان کے لئے یہ نشانی کافی نہیں کہ آنحضور کو علماء بنی اسرائیل پہچانتے ہیں۔"

لیکن حسد وعناد، حب جاہ، حب مال نے دیگر امراض نفسانی سے مل کر اس عرفان کو ایمان وایقان کے درجہ تک پہنچنے سے محروم رکھا۔ محرومی کا یہ زخم کوئی معمولی نہ تھا، اس کی ٹیس جانگداز اور اس کا صدمہ جانکاہ تھا۔ اندمال کی صورت تو صرف یہ تھی کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ورحمت کا مرہم اس پر لگایا جاتا، جس کے اثر کے لئے دواء ایمان کا پینا شرط اولین تھا۔ یہی وہ چیز تھی جو ان کے نفس مریض پر پہاڑ سے زیادہ گراں تھی۔

اسی حالت میں انہوں نے وہی کیا جو نا سمجھ معالج یا علاج سے گریزاں ناعاقبت اندیش مریض کیا کرتے ہیں۔ یعنی الم جراحت کا علاج صرف وقتی مسکنات ومخدرات سے کر دیا جائے، خواہ زخم بڑھتے بڑھتے ناسور کی شکل اختیار کرلے اور سمیت ایک دن ہلاکت تک پہنچا دے، مگر اپنے نفس کو فریب دیا جائے کہ زخم مندمل ہوگیا۔ تمناؤں اور تخیلات کی باہمی اعانت سے انہوں نے امیدوں کا وہ قصر موہوم تعمیر کیا جس کی ہر منزل میں آل داؤد علیہ السلام میں سے ایک خیالی نبی جلوہ افروز تھا۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک واقعہ کا تذکرہ ہے کہ ایک دن کچھ یہود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور چند سوالات کئے۔ صحیح جوابات ملنے پر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ جب باوجود اس اعتراف کے ایمان واتباع سے گریزاں ہونے کی وجہ پوچھی گئی تو کہہ دیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل میں کوئی نہ کوئی نبی ضرور ہوتا رہے گا۔ اگر ہم آپ کی پیروی کریں گے تو ان نبی مولود کی بعثت کے وقت دشواری پیش آئے گی، کیونکہ اگر آپ کے وفادار رہیں گے تو ان سے جنگ مول لینا پڑے گی اور اگر جنگ سے بچنا چاہیں گے تو آپ کا دامن چھوڑنا پڑے گا۔

سلسلۂ انبیاء کے جاری رہنے اور بنو اسرائیل میں نبوت کا شرف باقی رہنے کا ایک ذہنی عقیدہ جس کی بنیاد دلیل وبرہان کے بجائے محض وہم وتمنا پر تھی، یہود عرب میں تو آتش حسد وعناد سے پیدا ہونے والی سوزش جاں گداز کو کم کرنے کے لئے اختراع کیا گیا تھا، لیکن دوسرے مقامات کے یہود میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست واقف نہ تھے، یہ عقیدہ شاید یہود عرب سے پہنچا ہو۔ یہود کا یہ تمنائی عقیدہ ایک نسل تک تو خود فریبی کے ایک شاہکار کی حیثیت میں رہا اور دوسری نسل میں قومی سرمایہ اور ذہنی ترکہ بن کر تقدیس کی منزل پر پہنچ گیا۔ (جاری ہے)

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 2514972-2531133

اللہ والوں کی بستی!

اللہ والوں کی وہ بستی جہاں میدان عرفات کے اجتماع کے بعد مسلمانوں کا سب سے بڑا مجمع ہوتا ہے، جہاں لاکھوں فرزندان توحید جمع ہوکر اپنے لئے تسکین قلب کا سامان مہیا کرتے ہیں، ایک تفریح کے ارادے سے نکلنے والا نوجوان جب اس بستی میں پہنچتا ہے تو اس کے دل کی حالت بدل جاتی ہے اور وہ ایک دینی جذبہ لے کر واپس لوٹتا ہے، اس نوجوان کی کہانی جس کو پڑھ کر آپ کے جذبات میں ہیجان پیدا ہوجائے گا۔

محمد وسیم غزالی

ریل تیز رفتاری سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی اور میں سوچ میں گم اطراف کے مناظر سے لطف اندوز ہورہا تھا۔ نومبر کا مہینہ تھا، اس لئے موسم خوشگوار تھا، گرمی اپنا سفر پورا کر چکی تھی اور سردیوں کی آمد آمد تھی، جس کی وجہ سے ہوا میں خنکی سی تھی، اس لئے دھوپ بھی کچھ اچھی معلوم ہورہی تھی۔ کافی عرصہ سے میں پروگرام بنا رہا تھا کہ سوات وغیرہ کے علاقے کی سیر کروں اور کام کی وجہ سے جو ذہنی تھکاوٹ ہوگئی ہے اسے دور کروں، اب بڑی مشکل سے یہ چند فرصت کے لمحات ملے تھے، میرا ذہن سوات کی سیر کے تصور سے ہی خوشگوار ہوگیا تھا اور سوات کے مناظر کی سوچ بعض مرتبہ خود بخود ہی میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دیتی تھی، راستہ بہت سکون سے طے ہورہا تھا کہ اتنے میں ظہر کا وقت ہوگیا اور گاڑی ایک اسٹیشن پر رکی اچانک میرے کانوں میں ایک دلکش آواز آئی اور اللہ اکبر کے خوبصورت لفظوں نے مجھے تصورات کی دنیا سے نکال کر اس دنیا میں پہنچادیا، اذان دینے والا ایسی پُر درد اور پُر سوز آواز میں اذان دے رہا تھا کہ میں اپنی جگہ بیٹھا نہ رہ سکا اور میرے قدم خود بخود اس آواز کی طرف کھنچے چلے گئے ایسا معلوم ہورہا تھا کہ کسی نے مجھ پر جادو کردیا ہے اور میں اس کے تابع بن کر معمول کی طرح عمل کرنے لگا ہوں، کس طرح میں نے وضو کیا اور کس طرح جماعت کے ساتھ صف میں شامل ہوا، اس کا مجھے پتہ نہیں چلا، بس اللہ اکبر کی آواز مجھے کمپیوٹر کی طرح متحرک کرتی رہی، میں ان خوشگوار لمحات میں کھویا ہوا تھا کہ سیٹی کی آواز نے مجھے دوبارہ خوابوں کی دنیا سے نکال کر سفر میں مصروف کردیا۔ گاڑی وسل بجاتی اور شور مچاتی پھر اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگئی، ہر مسافر اپنی منزل کے تصور میں گم ہوگیا، کچھ لوگ آپس میں گفتگو کرکے وقت گزارنے لگے، میں اس آواز کی دلکشی میں ابھی تک محو تھا کہ اچانک پھر اس آواز نے مجھے اپنی دلکشی کی طرف متوجہ کردیا اللہ اکبر کی وہ خوبصورت آواز اب اپنے دلنشیں انداز میں میرے آقا خالق دو جہاں اور میرے محبوب پیغمبر خاتم الانبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں اپنے ہمسفروں کو سنا رہی تھی، بھائی بھائی کی تکرار اس زبان سے سن کر میں اسلام کے اس رشتہ اخوت میں کھو گیا، جس کا مظاہرہ انصار نے اپنے مہاجرین مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے جب مدینہ النبی پہنچے تو کفار مکہ کے مظالم سے اجڑے ہوئے لوگ بھی آپ کے حکم سے ہجرت کرکے پہنچ چکے تھے۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ کو جمع کیا اور کہا کہ یہ مسلمان بھائی اسلام کے لئے لٹ کر آئے ہیں اور تمہارے تعاون کے طلب گار ہیں، کیا تم اسلامی اخوت کے رشتہ کو استوار کروگے؟ انصار مدینہ نے جو جواب دیا وہ تاریخ میں سنہری حرفوں سے محفوظ ہے۔ یارسول اللہ! ہم نے اپنی زندگی آپ کے مبارک ہاتھوں میں دے دی، ہمارا سب کچھ آپ کا ہے حکم فرمایئے اخوت کا رشتہ قائم کیجئے اور پھر ہمارا طرز عمل دیکھئے ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے، رشتہ اخوت قائم ہوا، انصاری اپنے مہاجر بھائی کو لے کر گھر پہنچتا ہے گھر کا اثاثہ ایک جگہ جمع کردیتا ہے، گھر کو دو حصوں میں تقسیم کردیتا ہے اور کہتا ہے:

''اے میرے بھائی، بھائی کا حق یہ ہے کہ اپنی تمام چیزوں کو برابر برابر تقسیم کرے، تم میرے اسلامی بھائی ہو، یہ آدھا مال تمہارا، یہ آدھا گھر تمہارا، یہ آدھی زمین تمہاری، تم میری وراثت میں اسی طرح شریک ہو جس طرح میرا نسبتی بھائی۔''

ایثار اور ہمدردی اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ انسانیت اور شرافت کی تکمیل ہوگئی، شیطان نے اپنے سر پہ مٹی ڈال دی، یہ ایک آواز نے کیا جادو کردیا، ان جاہل اور وحشیوں میں کیا انقلاب پیدا کردیا، مال پر مرنے والے آج مال قربان کرنے لگے، جاہلیت شرمسار ہوگئی علم اور دین کو بلندی عطا ہوئی، انصار مدینہ نے اپنے محبوب کی لاج رکھ لی۔ تاریخ کا وہ روشن باب لکھا کہ جس کی نظیر نہ کبھی پیش ہوئی اور نہ کبھی آئندہ پیش ہوسکے گی، ایک انصاری نے تو انتہا کردی کہا کہ:

''اے مہاجر بھائی! یہ میری دو بیویاں

ہیں، ان میں سے ایک کو میں رخصت کرتا ہوں اور اس کو تیرے نکاح میں دیتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ میں رشتۂ اخوت کو نبھا نہ سکوں، اخوت اسلامی کہیں میری وجہ سے شرمسار نہ ہو، تاریخ میرے اس رشتے پر انگلی نہ رکھے۔“

یہ رشتۂ اخوت اپنا مظاہرہ بدر کے میدان میں پیش کرتا ہے، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ جنگ فرماتے ہیں، شور ہو رہا ہے۔ انصارِ مدینہ کا سردار اٹھتا ہے اور عرض کرتا ہے: یا رسول اللہ! ہم آپ کے دائیں لڑیں گے، بائیں لڑیں گے، آگے لڑیں گے، پیچھے لڑیں گے جب ہم ختم ہو جائیں تو ہمارے مہاجر بھائی اپنی جانیں قربان کریں گے۔ ہماری جانیں آپ پر اور ان بھائیوں پر قربان۔

یہ رشتۂ اخوت اپنا تاریخی کردار اُحد کے میدان میں پیش کرتا ہے، جنگ اپنے عروج پر ہے، ہر مسلمان شہادت کے جذبہ سے سرشار مصروفِ جہاد ہے، ہر شخص کی کوشش ہے کہ آج وہ غازی اور فاتح بن کر نکلے یا شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو، کامیابی مسلمانوں کے قدم چوم لیتی ہے، ایک صحابی اپنے ایک چچازاد بھائی کو ڈھونڈنے نکلتے ہیں، کیونکہ وہ نظر نہیں آ رہے پتہ نہیں شہادت کی سعادت سے نوازے گئے یا زخمی ہو کر مدد کے طالب ہیں، ایک جگہ پہنچتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ بھائی زخموں سے چور پڑا ہے، فوراً پانی پیش کرتے ہیں، چھاگل گلے سے اتار کر منہ کی طرف لے جاتے ہیں کہ پیاس کی آگ بجھائیں منہ کے قریب چھاگل پہنچتی ہے کہ قریب پڑا ہوا بھائی کراہ کر پانی طلب کرتا ہے، فوراً منہ سے ہٹا کر کہتے ہیں کہ اس بھائی کو دو، یہ زیادہ ضرورت مند ہے، اس کو زیادہ احتیاج ہے، چچازاد بھائی، بھائی کے جذبہ ایثار کو سراہتے ہوئے دوسرے مسلمان بھائی کی طرف چھاگل لے جاتا ہے اور اس کے منہ سے لگاتا ہے تاکہ وہ پانی پئیں، اتنے میں تیسرے زخمی کی آہ کی آواز آتی ہے، فوراً چھاگل منہ سے نکال کر کہتے ہیں: اس بھائی کو دو یہ زیادہ ضرورت مند ہے۔ ایثار کی انتہا ہو گئی خود غرضی اور نفس پرستی کا لفظ ہی دنیا سے اٹھ گیا، کون سی قوم یہ مثال پیش کرے گی؟ اخوت کا یہ مظاہرہ کس مذہب میں نظر آئے گا؟ آہ کی آواز سن کر بھائی کے حکم کے مطابق تیسرے زخمی کے پاس پہنچ کر چھاگل منہ کی طرف لے جاتے ہیں تو بھائی اپنی آرزو اور خواہش میں کامیاب ہو جاتا ہے اور شہادت کا منتظر شہید ہو جاتا ہے، دوسرے بھائی کے پاس لوٹتے ہیں کہ اسے پانی پلائیں تو وہ بھی اپنے آقا کی بارگاہ میں پہنچ جاتے ہیں، حقیقی چچازاد کے پاس پہنچتے ہیں رحمت کے فرشتے اس کی روح کو بھی اٹھا کر علیین کی طرف لے جاتے ہیں۔ رشتۂ اخوت کی ان مثالوں سے لبریز اس نوجوان کی جادو بھری باتیں مجھے مسحور کر دیتی ہیں اور میں اس نوجوان کی دلکش آواز بھائی بھائی کی تکرار میں گم ہو جاتا ہوں۔ نوجوان کے منہ سے پھول جھڑتے ہوئے میرے دل میں انقلابی جذبہ پیدا کر دیتے ہیں اور میرا دل چاہنے لگتا ہے کہ یہ نوجوان اسی طرح موتی بکھیرتا رہے میں سوالیہ انداز میں اس نوجوان کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اور آخرکار میرے دل کی آواز میری زبان پر آ جاتی ہے اور میں پوچھتا ہوں، آپ نے یہ خوبصورت باتیں کہاں سے سیکھیں، آپ کے دل میں یہ جذبہ کیسے پیدا ہوا؟ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ نوجوان ان سب کے جواب میں کہتا ہے، میں نے یہ باتیں اللہ والوں کی بستی سے سیکھی ہیں اور یہ جذبہ مجھے اللہ والوں سے حاصل ہوا ہے اور اب میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس اللہ والوں کی بستی میں جا رہا ہوں، میں بہت حیران ہوتا ہوں کہ پاکستان میں اللہ والوں کی بستی کہاں؟ یہ تو ہمارا خواب تھا جو شرمندہ تعبیر نہ ہوا، یہ تو ہماری آرزو تھی جو تکمیل کو نہ پہنچ سکی، یہ تو ہماری خواہش تھی جو آخری خواہش کی طرح دم توڑ بیٹھی، ہم نے دو سو سال اسی بستی کے خواب میں غلامی کے زخم سہے، ہم نے اسی بستی کے خواب میں اپنی ماؤں اور بہنوں کو قربان کیا، اسی بستی کے لئے ہماری عزتیں لوٹی گئیں تھیں اسی بستی کے لئے ہم بے وطن ہوئے تھے لیکن ایسی بستی تو میری نظر میں نہیں اور نہ ہی میں نے اس بستی کے بارے میں سنا، ہم تو اس ملک میں آ کر اپنے اس کردار کو بھی چھوڑ بیٹھے جو ہمارے اسلام نے ہمیں عطا کیا تھا، ہم اس اسلام سے بیگانے ہو گئے جس کے دشمن بھی معترف تھے، ہم نے تو اپنے اس اللہ کو بھی چھوڑ دیا جس کے نام پر ہم نے اپنے بھائیوں کو یہ ملک بنانے کی دعوت دی تھی، ہم اس کلمہ کو بھول گئے جس کو ہم آزادیٔ پاکستان کے لئے استعمال کرتے تھے، ہم کلمہ کے پہلے اور دوسرے حصے کی ایک ایک تعلیمات کو چھوڑ بیٹھے، ہم اللہ کا نام تک بھول گئے، پھر یہ کون سی اللہ والوں کی بستی ہے، پھر کون سے اللہ والے ہیں؟ یہ کوئی تاریخی قصہ سنا رہا ہے یا کوئی واقعہ، پاکستان میں تو کوئی ایسی جگہ نہیں، کہیں یہ بھی ایسا ہی دھوکا تو نہیں جیسے قیامِ پاکستان کے وقت دیا گیا تھا، جو تحریکِ نظامِ مصطفی کے وقت دیا گیا تھا ہم کب تک اسلام کے نام پر دھوکا کھاتے رہیں گے، لیکن نہیں، یہ چہرہ تو نورانی ہے، یہ زبان تو پاک ہے، یہ زبان جھوٹ نہیں بول سکتی، یہ صورت دھوکا نہیں دے سکتی، یہ چہرہ غلط بیانی نہیں کر سکتا، ان خیالات میں گم میں ذہنی جنگ میں مصروف تھا کہ اس کی آواز آئی، آپ کہاں جا رہے ہیں، میں نے جواب دیا، میں کراچی سے سکون کی تلاش میں چند دن کے لئے سیر کے لئے نکلا ہوں تاکہ کاروباری تھکاوٹ دور کروں، کچھ دن قدرت کے خوبصورت مناظر میں اپنے آپ کو گم کر کے ذہنی دباؤ سے نجات حاصل کروں، آواز نے مجھے کہا کہ آپ نے اپنا علاج غلط تجویز کیا، آپ چند روزہ سکون سے دائمی سکون حاصل نہیں کر سکتے۔ بھائی آپ کو اگر سکون کی

تلاش ہے تو اللہ والوں کی بستی چلیں، اللہ والوں کے پاس بیٹھیں، اللہ والوں کی باتیں سنیں، پھر آپ اپنے آپ کو ان تمام تکالیف سے دور پائیں گے، آپ محسوس کریں گے کہ آپ کو ایک دلی سکون حاصل ہو رہا ہے ان کی صحبت میں بیٹھ کر آپ کو اپنا مقصود حاصل ہو جائے گا۔

میں نے آخر کہہ دیا کہ کون سی اللہ والوں کی بستی، آپ غالباً خوابوں کی دنیا میں رہتے ہیں یا دھوکا دے رہے ہیں۔ پاکستان اور اللہ والوں کی بستی، یہ دو متضاد چیزیں ہیں۔ پاکستان میں تو ہم اللہ ہی کو بھول گئے اللہ والوں کی بستی کا یہاں کیا تصور، آپ نے کہاں علم حاصل کیا اور کس مسلک کے لئے مجھے ورغلانا چاہتے ہیں؟ آپ منشاء بتایئے، آپ مولویوں کا کام ہی یہی ہے، کاش آپ لوگ اللہ والے ہوتے تو ہماری دنیا میں انقلاب ہوتا، ہم اس طرح خدا کو بھول جاتے جوش اور جذبات کی رو میں بہہ کر یہ سب باتیں کر گیا، میرا خیال تھا کہ نوجوان عالم دین میری باتوں سے بُرا مان جائے گا اور اس کے ساتھی مجھے لتاڑیں گے، لیکن یہ کیا، اس کے چہرے پر مسکراہٹ کا نور اور زیادہ پھیل گیا اور جواب میں کہنے لگا کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی میں کسی مدرسہ یا دینی ادارہ کا پڑھا ہوا نہیں ہوں اور نہ ہی میں نے دینی علم حاصل کیا ہے، میں تو میڈیکل کالج کا طالب علم ہوں اور آخری سال کا امتحان دے کر ہاؤس جاب کر رہا ہوں اور یہ واقعہ ہے کہ میری یہ حالت، میری یہ جاذبیت، میری یہ کشش اور میری یہ محبت، سب اللہ والوں کی صحبت اور ان کی ہدایت کا کرشمہ ہے ورنہ میں بھی آپ کی طرح ان علماء کرام سے اس طرح برگشتہ تھا اور میں بھی پاکستان سے اسی طرح بیزار تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کرم فرمایا، اللہ والوں کی صحبت اور ان سے تعلق نے میری آنکھیں پھیر دیں اب میں ہمہ تن اسی میں مشغول ہو گیا اور یہی میرے سکون کا راز ہے، میں تمام پریشانیوں اور بیماریوں اور ذہنی دباؤ سے نجات پا گیا، مجھے میری منزل مل گئی، میرے دل کو قرار آ گیا، میرا ذہن ٹھہر گیا، ہمارے درمیان وہ رشتۂ اخوت قائم ہو گیا جس کی مجھے آرزو تھی، میں اسلام کا مبلغ بن گیا، کیونکہ اسلام میرے دل میں گھر کر گیا، میرے دل میں اسلام و ایمان کی محبت قائم ہو گئی، میری بگڑی بن گئی، میری سمت تبدیل ہو گئی، میرا رخ صحیح ہو گیا، میرا قبلہ و کعبہ درست ہو گیا، آیئے آپ بھی ہمارے ساتھ چند دن کے لئے چلیں، چند لمحات آپ بھی اس کی لذت سے سرشار ہوں کچھ عرصہ آپ بھی اس کے مزے لوٹیں، آپ کو خود اپنی زندگی میں انقلاب نظر آئے گا، آپ کو خود بخود اپنے طرز عمل میں تبدیلی کا احساس ہو گیا، اللہ والوں کی نگاہیں آپ کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیں گی، آپ نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہو گا۔ تاریخ میں ہمیشہ اللہ والوں کا اسی طرح ذکر موجود کہ بڑے سے بڑا سرکش ان کے دربار میں آیا اور چند لمحے ان کی فیض صحبت سے باریاب ہوا، مصلح بن کر نکلا، بڑے بڑے گناہ گار، ولی اللہ بن کر نکلے، آپ ہمارے ساتھ چلئے تھوڑا سا وقت دیجئے آپ کا دل پُرسکون نہ ہو تو ہمیں کہئے گا اس لذت سے ایک مرتبہ جو آشنا ہو گیا، اس کے سامنے دنیا کی تمام لذتیں بے کار ہو جاتی ہیں۔

میں نے جواباً کہا کہ میں کسی اور ارادہ سے دوسرے سفر پر نکلا ہوں، اللہ والوں کی بستی میں جانے کے لئے میرے پاس انتظامات نہیں، نہ ہی میں نے اس کے لئے تیاری کی، وہاں کیا کیا ضرورت ہو گی اور کیسے پوری ہوں گی، وہاں کے لئے پہلے سے کیا کیا جاتا ہے، میں گناہگار ہوں، میں کس منہ سے ان بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوں گا، میرا جسم ناپاک، میرا دل گناہوں سے آلودہ، نہ مادی سامان ہے اور نہ ہی روحانی سامان، اس لئے مجھے تو معذور سمجھئے، میرا پروگرام بدلنا مشکل ہے۔ بڑے بڑے عذر پیش کئے لیکن اس مانوس آواز نے میرے تمام عذر مسترد کر دیئے، میرے تمام ارادوں پر پانی پھیر دیا، میری تمام مشکلات کا حل پیش کر دیا۔ آواز کیا تھی ایک جادو تھا، ایک جذبہ تھا، ایسا جذبہ جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی یاد دلا دی۔ اسلاف کی کہانیوں کا منظر آنکھوں کے سامنے پیش کر دیا، آخر کار میں نے اس آواز کے آگے ہتھیار ڈال دیئے، اپنے پروگراموں کو منسوخ کر دیا، اب میری حیثیت ایک معمول کی سی تھی، ایک خودکار نظام کی طرح، جس کا ہر کام خود بخود وقت پر ہو رہا تھا، میری رضامندی سے ایسا محسوس ہوا جیسے ان لوگوں کو گوہر مقصود مل گیا ہو، ان کو زندگی کا حاصل مل گیا، اب ہر فرد بھائی بن گیا، ہر شخص خادم بن گیا، اخوت و بھائی چارے کا ایسا مظاہرہ دیکھا جس نے آنکھوں کو جھٹلایا، یہ محبت کیسے پیدا ہو گئی یہ تعلق کہاں سے جڑ گیا، چند لمحے قبل کوئی واقفیت نہ تھی، زندگی میں کبھی ایک دوسرے کی شکل نہ دیکھی تھی عجیب پُرسرور سفر تھا جس کا الفاظ میں احاطہ مشکل ہے، بارہا ریلوں میں سفر کیا، دوستوں کی جماعت کے ساتھ بھی گیا اور خاندان کے مجمع کے ساتھ بھی، لیکن اس سفر کی کیفیت اور سرور ہی بدل گیا، چند لمحے قبل تفکرات اور سوچ کی دنیا میں گھرا ہوا سفر، روحانی سفر میں تبدیل ہو گیا، ذکر اللہ کی برکات سے قلب منور ہونے لگا، اللہ اکبر کی صداؤں نے زندگی کا رخ تبدیل کر دیا، وہ دل جو سکون کی تلاش میں عرصے سے سرگرداں تھا پُرسکون ہو گیا، زندگی میں ایک ٹھہراؤ محسوس ہونے لگا چند لمحے کی کیفیت نے ذہنی خیالات کو یکسر بدل ڈالا۔

انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور آخر کار وہ اسٹیشن آ گیا جو اللہ والوں کی بستی پر پہنچنے کا پہلا زینہ تھا، یہ کیا ہر طرف سے مخلوق ٹوٹی پڑی ہے، چاروں طرف لوگ ہی لوگ اور سر ہی سر نظر آ رہے ہیں، لیکن نہ قلیوں کا شور ہے اور نہ ہی خوانچہ فروش کی آوازیں بلکہ ہر شخص اپنا

سامان سر پر اٹھائے نہایت نظم وضبط اور محبت کے جذبے سے سرشار چلا جا رہا ہے، نہ کوئی دھکم پیل ہے اور نہ ہی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش، ہر شخص وقار اور متانت کا پیکر ایک ہی انداز میں ایک ہی طرف رواں دواں ہے، سڑکیں لوگوں سے اٹی پڑی ہیں لیکن کوئی شخص راستہ کی رکاوٹ نہیں بن رہا، تھوڑی ہی دور آگے گئے تو دیکھا کہ شامیانوں کا ایک وسیع وعریض سلسلہ ہے جو حد نگاہ تک پھیلا ہوا ہے، شامیانے لوگوں سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے ہر شخص اپنی جگہ مطمئن اور پُرسکون تھا اور میری نگاہوں نے آج تک اتنا بڑا مجمع اور اس قدر منظم نہیں دیکھا تھا، نہ رضا کار تھے جو لوگوں کو مختلف جگہوں پر بٹھاتے اور نہ ہی کوئی انتظامیہ یا پولیس کا آدمی تھا جو لوگوں کی ترتیب برابر کرتا، ہر شخص مطمئن اور ذہنی جذبات سے سرشار اپنے اپنے کام میں مصروف تھا، ہر شخص ایک دوسرے کے لئے ایثار اور ہمدردی کا پیکر بنا ہوا تھا، ہر شخص کو خواہش ہوتی تھی کہ اس کی کسی حرکت سے کسی کو تکلیف نہ ہو ہر شخص اپنے آپ پر دوسرے کو فوقیت دے رہا تھا، سب لوگ اپنی اپنی جگہیں بنا کر اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے۔ مختلف مقاماتُ سے لوگ گروپ اور جماعتوں کی شکل میں آئے ہوئے تھے، میں نے تو زندگی بھر ایسا منظر نہ دیکھا تھا اور نہ ہی اس ماحول کا عادی تھا، کیا تصور اور خیالات لے کر گھر سے نکلا تھا اور کہاں پہنچ گیا اور میرے خیال میں..... یہ میرے اوپر صرف اور صرف خدا تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس نے میرے بے سکون دل کے لئے مرہم اور دوا کا علاج اس انداز میں متعین فرمایا، اس لئے میرے لئے ہر چیز نئی تھی ہر چیز توقع اور تصور کے خلاف تھی، میرا ذہن یہ بات سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اپنے ذاتی اخراجات کے ساتھ تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے ہیں، میں یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ ایک راحت میں پلا ہوا جوان دین کی سربلندی اور اس کی اشاعت کے لئے پتھریلی زمین پر بڑے اطمینان وسکون سے بیٹھا ہوا ہوگا، کہاں دنیا اور گھر کی راحتیں اور کہاں اس زمین کی مشقتیں، لیکن آنکھوں کا دیکھا ہوا منظر کیسے جھٹلا سکتا تھا، مجھے لانے والی جماعت میں ایسے نازک اور محنت سے عاری چہرے مجھے نظر آ رہے تھے جنہوں نے میرے خیال میں کبھی خود مٹکے سے پانی لے کر بھی نہیں پیا ہوگا لیکن یہی لوگ اس جگہ ایسے مصروف عمل نظر آتے تھے جیسا کہ ان کا زندگی بھر کا یہی کام ہو، ہر جماعت اور گروہ کے ساتھ ان کا ایک امیر تھا جس کی اطاعت کرنا ہر شخص اپنے ذمہ ضروری سمجھتا تھا، حالانکہ اس امیر کو نہ کسی حکومت نے مقرر کیا تھا اور نہ ہی اس کے پاس کوئی قوت حاکمہ تھی، خود ہی ان لوگوں نے اپنی سہولت کے لئے اپنی اپنی جماعتوں کے امیر مقرر کئے ہوئے تھے اور رضا کارانہ بنیاد پر اس کے حکم کی تعمیل کرتے تھے، مجھے ساتھ لانے والی جماعت نے بھی جب دوسرے تمام لوگوں کی طرح اپنی جگہ متعین کر لی اور اپنا سامان لگا دیا تو مجھے پتہ چلا کہ تین دن ہم سب نے یہاں گزارنے ہیں اور یہیں ہمیں ان اللہ والوں کی زیارت ہوگی جنہوں نے ان نوجوانوں کی زندگی میں انقلاب پیدا کیا جو مجھے لے کر آئے تھے، میرے ذہن میں یہ سوال کلبلانے لگا کہ اس جگہ پر کھانے پینے کا کیا انتظام ہوگا؟ انسانی ضرورتیں اور حاجتیں کس طرح پوری کریں گے؟ لاکھوں کے اس اجتماع میں تو وضو کرتے کرتے ہی نمازوں کے اوقات ختم ہو جائیں گے اور ان سب سے اہم سوال کھانے کا انتظام تھا کیونکہ کچھ دیر بعد کھانے کا وقت ہونے والا تھا، اتنے میں میں نے دیکھا کہ میری جماعت کے امیر نے اپنے چند لوگوں کو کچھ کہا اور وہ تمام ساتھی جنتے کھیلتے کھانے پکانے میں مشغول ہو گئے، ایک ساتھی نے برتن دھونے اپنے ذمہ لے لئے، ایک ساتھی نے سبزی کی خریداری اپنے ذمہ لے لی اور میری آنکھیں اس وقت حیرت سے پھٹی رہ گئیں جب میں نے اپنے امیر کو دیکھا کہ وہ سبزی کاٹ رہے ہیں، گویا کہ پہلے دن جن لوگوں کی کام کی ذمہ داری تھی ان میں امیر جماعت بھی شامل تھے، ان مناظر نے میری آنکھوں کے سامنے وہ واقعات روشن کر دیئے جو میں نے بچپن میں اپنی اسلامیات کی کتابوں میں پڑھے تھے اور جس میں اپنے آقا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اس طرح کا کردار موجود تھا اور جن واقعات کو میں اب تک افسانے اور تاریخی قصوں کی مبالغہ آرائی سمجھتا تھا۔ کاش ہر مسلمان کی زندگی اس نہج پر گزرنے لگے تو ہماری عظمت رفتہ پھر بحال ہو سکتی ہے، کاش ہمارے حکمران اور انتظامیہ کے افراد بھی ایک مرتبہ یہ مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھیں تا کہ ان کو پتہ چلے کہ اسلامی معاشرے کی تشکیل اگر ہو سکتی ہے تو ان اللہ والوں کے طرز عمل کو اپنانے سے ہو سکتی ہے۔

کاش جس طرح میری سیر وتفریح کا یہ سفر میری زندگی کے لئے انقلاب کا باعث ہوا، پاکستان کے ہر نوجوان کی سیر وتفریح کا سفر اس طرح انقلابی سفر میں تبدیل ہو جائے اور اس کی آنکھیں بھی اس طرح کھل جائیں جس طرح میری آنکھیں کھل گئیں، ان کے ذہن کی اسی طرح اصلاح ہو جائے، جس طرح میرے ذہن کی اصلاح ہوئی، ان اللہ والوں کی جماعت کے بارے میں تو لوگ عجیب عجیب پروپیگنڈا کرتے تھے، مجھے تو کہا گیا تھا کہ ان کے قریب بھی کبھی مت جانا، یہ لوگ انتہا پسند ہیں، یہ لوگ وہابی ہیں، یہ لوگ جادوگر ہیں، یہ لوگ قدامت پسند ہیں، یہ ترقی کے دشمن ہیں، یہ تو آدمی کو ہر چیز سے بے گانہ کر دیتے ہیں، یہ پروپیگنڈا اور یہ باتیں تو بالکل غلط معلوم ہوتی ہیں یہ تو اسی طرح کی باتیں ہیں جس طرح ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کے بارے میں لوگ

کرتے تھے، لوگ تو ان کو بھی قدامت پسند اور تفریق کرانے والا کہتے تھے لیکن میری آنکھوں نے جب ان کی محبت اور اسلام پر عمل کرنے کے مظاہرے دیکھے تو حقیقت سامنے آگئی، میں تو ایثار کے نام سے ناآشنا ہوگیا تھا، مادیت اور مال کی محبت نے میری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا، لیکن یہاں کی تو دنیا ہی نرالی ہے، ہر شخص عمل کا پیکر اور اسلام کی تصویر نظر آتا ہے، دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کام میں لگنے کے بعد کسی نے دنیا کے کسی کام کو ترک بھی نہیں کیا۔ ڈاکٹر، انجینئر، اہل صنعت و حرفت، مزدور، ملازم پیشہ، تاجر، مال دار، غریب، کارخانہ دار بڑے بڑے افسر سب ایک ہی جماعت میں اور ایک ہی صف میں بیٹھے ہیں جگہ جگہ حلقے بنے ہوئے ہیں، کہیں نماز سکھائی جارہی ہے، کہیں کلمے ٹھیک کرائے جارہے ہیں، کہیں صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات بیان کئے جارہے ہیں، ہر ایک مصروف ہے۔ ظہر کی نماز کا وقت ہوجاتا ہے سب لوگ نماز کی تیاری میں مصروف ہوجاتے ہیں، وضو وغیرہ کا اس قدر معقول انتظام کہ اتنا بڑا مجمع اپنی ضروریات وغیرہ اور وضو سے بآسانی فارغ ہوکر نماز میں شامل ہوجاتا ہے، نماز سے فارغ ہوکر کھانے کی تیاریاں ہوتی ہیں، یہاں بھی کچھ ساتھیوں نے اپنے اپنے ذمہ کچھ کام لے لئے، وہ کھانا لگانے میں مصروف تھے کہ امیر نے سب کو اپنی طرف متوجہ کرکے حلقہ بنایا اور ایک ساتھی کو کہا کہ تم کھانے کے آداب بیان کرو، اس نے بڑے اچھے طریقے سے کھانے کے آداب بیان کئے، میرے لئے یہ سب باتیں نئی تھیں، مجھے حیرت کے ساتھ ایک قسم کی خوشی بھی ہورہی تھی کہ مجھے بہت سی باتیں معلوم ہورہی تھیں، عصر کے بعد ایک اللہ والے نے تقریر کی۔

مغرب کی نماز کے بعد سب لوگ اسٹیج کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھ گئے، اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نورانی شکل اسٹیج پر نمودار ہوئی، سر پر عمامہ، سفید کپڑوں میں ملبوس وہ کوئی فرشتہ نظر آرہے تھے، چہرے سے نور برس رہا تھا، نظریں جھکی ہوئی تھیں، وہ مکمل متانت ووقار کی تصویر تھے پھر انہوں نے انتہائی دلنشیں انداز میں خطبہ پڑھا اور بیان کرنا شروع کیا، بول کیا رہے تھے معلوم ہوتا تھا منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں، جیسے جیسے وہ بیان کرتے گئے میرا دل ان کی طرف کھنچا چلا گیا، صرف انہی کی کیا بات، یہاں تو ہر ایک کے چہرے سے نورانیت ٹپکتی تھی، یہاں کے لوگوں کو دیکھ کر اللہ یاد آتا تھا واقعتاً یہ اللہ والوں کی بستی تھی۔

کس قدر عمدہ تقریر تھی، نہ کسی کے خلاف کوئی بات کی، نہ کسی پر کیچڑ اچھالا، نہ کسی کو بُرا بھلا کہا، بس اللہ اور اس کے رسول کی باتیں بتاتے رہے۔ صحابہ کرام اور بزرگوں کے قصے سناتے رہے، جب تقریر شروع ہوئی تھی تو میرا خیال یہی تھا کہ یہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح دوسروں پر طعن کریں گے۔ اعتراضات کی بارش ہوگی، مگر بعد میں مجھے خود اپنے اس خیال پر شرمندگی ہورہی تھی کہ میں نے یہ کیوں سوچا، عشاء کی نماز کے بعد سونے کی تیاریاں ہوئیں، اس وقت بھی سونے سے متعلق اپنے پیارے نبی کے طریقے کے مطابق آداب بتائے گئے، اس طرح تین دن گزر گئے، آخری دن لوگوں کا مجمع بہت زیادہ تھا اور جوق در جوق لوگ چلے آرہے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انسانوں کا ایک سیلاب ہے جو ہر طرف سے بڑھا چلا آرہا ہے، کیونکہ آج دعا کا دن تھا، دعا سے پہلے مجھے بتایا گیا کہ جماعتوں کی تشکیل ہوگی اور ان کو رخصت کیا جائے گا، میں کچھ سمجھا اور کچھ نہ سمجھا تو ہمارے امیر نے میری تسلی کردی کہ اس اجتماع کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ ایک جگہ جمع ہوکر سب دین کی فکر کریں اور یہ سوچیں کہ ہمارے دوسرے بھائی اور ہم خود جو اسلام سے دور ہوتے جارہے ہیں ان کو کس طرح اسلام کے قریب لایا جائے، انہیں کس طرح ایک دینی ماحول مہیا کیا جائے، اس غرض سے جماعتیں ہر شہر اور ہر بستی میں جاتی ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کو مسجدوں میں لاکر انہیں ایمان و یقین کی باتیں بتاتی ہیں وہ جماعتیں آج مختلف علاقوں کی طرف روانہ کی جائیں گی، یہ مرحلہ بھی طے ہوا، پھر دعا ہوئی، کس قدر رقت انگیز منظر تھا، بیان سے باہر ہے، ہر شخص اللہ کی طرف متوجہ تھا، رو رو کر اور گڑگڑا کر بارگاہ خداوندی میں ہاتھ پھیلائے دعائیں کررہا تھا، پوری امت کی ہدایت کے لئے، مسلمانوں کی فلاح کے لئے، اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے، میری آنکھوں سے بھی آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا، دعا سے فارغ ہوئے تو میں نے اپنے آپ کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کیا جیسے ایک بہت بڑا بوجھ میرے سر سے اُتر چکا ہو، دل میں ایک عجیب طرح کا اطمینان تھا، ہر ایک نے اپنا اپنا سامان سمیٹا اور اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگئے، میرے اس نوجوان ساتھی نے جو ہمارا امیر بھی تھا جس نے مجھے اپنی طرف کھینچا وہ مجھے اسٹیشن تک چھوڑنے آیا، مجھ سے بغلگیر ہوا اور بڑی محبت سے اور بڑے اچھے طریقے سے الوداع کہا، وہ منظر آج تک میرے سامنے ہے جب بھی اس کا تصور کرتا ہوں تو ایک انجانی سی خوشی محسوس ہوتی ہے، میں نے اپنا اگلا سفر ملتوی کردیا اور واپس گھر چلا آیا، تمام راستے اللہ والوں کی بستی اور ان کی باتوں پر غور کرتا رہا، میں جب گھر لوٹا تو میرے خیالات بدل چکے تھے، میرے احساسات کی دنیا میں انقلاب آچکا تھا، میں پانچ وقت کی نماز پڑھنے لگا، جھوٹ وغیرہ ہر چیز سے اجتناب برتنے لگا، دین کی طرف میلان بڑھتا چلا گیا۔

کاش کہ ہر مسلمان اپنی زندگی کا رخ تبدیل کرلے اور اپنے اندر انقلاب پیدا کرے، تاکہ ایک صحیح اسلامی معاشرہ قائم ہو اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کا خواب شرمندہ تعبیر ہو۔ ☆☆

تعارفِ امام مہدی علیہ الرضوان!

مولانا سراج الحق

نام ونسب وحلیہ:

آپ کا نام محمد بن عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہے۔ آپ سید اور اولادِ فاطمہ میں ہیں، آپ کا قد و قامت قدرے لمبا، بدن چست، رنگ کھلا ہوا اور چہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قدرے مشابہ ہوگا اور اخلاق بھی مشابہ ہوں گے۔

خروج سفیانی:

آپ کے ظہور سے قبل ملک عرب وشام میں ابوسفیان (خالد بن یزید بن ابی سفیان) کی اولاد میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو سادات کو قتل کردے گا اور ملکِ شام ومصر میں اس کی حکومت ہوگی۔ اسی اثنا میں بادشاہ روم عیسائیوں کے ایک فرقہ سے جنگ کرے گا، دوسرے فرقہ سے صلح کرے گا۔ لڑنے والا قسطنطنیہ پر قابض ہوجائے گا، بادشاہ روم دارالخلافہ چھوڑ کر ملک شام آوے گا تو اسلامی فوج عیسائیوں کے دوسرے فریق کی معاونت سے زبردست جنگ کے بعد مخالف پر قبضہ کرلے گی، جب دشمن شکست کھاجائے گا تو عیسائیوں میں سے ایک کہے گا: یہ فتح صلیب سے ہوئی، اور اسلامی لشکر سے ایک کہے گا: یہ فتح دین اسلام کی وجہ سے ہوئی۔ اس طرح پھر دونوں قوموں میں لڑائی چھڑ جائے گی، حتی کہ عیسائی ملک شام پر قبضہ کرلیں گے، بادشاہ اسلام مارا جائے گا اور عیسائی حکومت خیبر قرب مدینہ منورہ تک پہنچ جائے گی تو اس وقت مسلمان حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کی تلاش میں سرگرداں ہوں گے۔

خروج مہدی وبیعت:

حضرت امام مہدی علیہ الرضوان اس وقت مدینہ میں تشریف فرما ہوں گے اور بیعت کے ڈر سے کہ مجھ ضعیف پر خلافت کا بوجھ نہ ڈالیں، مکہ چلے جاویں گے، ادھر اس زمانے کے اولیاء و ابدال بھی آپ کی تلاش میں ہوں گے تو آپ کو طواف کی حالت میں مقام ابراہیم کے درمیان پہچان لیں گے اور اس کی علامت یہ ہوگی: اس سے گزشتہ ماہ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگے اور بیعت کے وقت آسمان سے آواز آئے گی: "ھذا خلیفة اللہ المھدی فاستمعوا لہ واطیعوا لہ" بیعت کے وقت آپ کی عمر ۴۰ سال کی ہوگی اور مدینہ سے فوجیں اور شام وعراق ویمن کے اولیاء کرام وابدال عظام آپ کی خدمت میں آجاویں گے۔

سفیانی لشکر کی تباہی اور خراسانی سردار کی اعانت:

آپ مکہ میں مدفون خزانہ نکال کر بین المسلمین تقسیم کریں گے، جب آپ کی خبر اسلامی دنیا میں پھیلے گی، تو خراسان سے ایک شخص (جس کا نام حارث ہے) بہت بڑی فوج لے کر آوے گا جو راستہ میں عیسائیوں اور بددینوں کی صفائیاں کرتا آوے گا اور مقدمة الجیش کی کمان منصور نامی شخص کے ہاتھ ہوگی، وہ سفیانی جس کا اوپر ذکر ہوچکا ہے وہ اہل بیت کا دشمن ہوگا۔ اس کی ننھیال قوم بنوکلب ہوگی وہ امام کے مقابلہ کے لئے اپنی فوج روانہ کرے گا، چونکہ فوج مدینہ کے درمیان ایک پہاڑ میں مقیم ہوگی تو اسی جگہ اس فوج کے سب نیک وبد دھنس جائیں گے اور یوم القیامة ہر ایک کا حشر اس کے عقیدہ کے مطابق ہوگا اور ان میں سے فقط دو آدمی حضرت امام مہدی کو سدن دینے کے لئے زندہ بچیں گے۔ ایک امام مہدی علیہ الرضوان کو اور دوسرا سفیانی کو اطلاع دے گا۔

عیسائیوں سے خونریز جنگ اور امام مہدی کی فتح مبین:

یہ حال سن کر عیسائی مختلف اطراف اور ممالک سے فوج لے کر حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کے مقابلہ کے لئے ملک شام میں جمع ہوں گے، اس وقت ان کی فوج کے ستر جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے میں بارہ ہزار فوج ہوگی، اس طرح کل تعداد آٹھ لاکھ چالیس ہزار ہوگی، ادھر حضرت امام مہدی مکہ سے مدینہ پہنچ کر روضہ مبارک کی زیارت سے مشرف ہوکر شام پہنچیں گے، وہاں اسلامی فوج کے تین گروہ ہوجائیں گے، ایک نصاریٰ کے خوف سے بھاگ جائے گا جن کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی، دوسرا شہید ہوکر شہدأ بدر واُحد کے رتبہ کو پہنچے گا اور تیسرا گروہ فاتح بن کر ہمیشہ کے لئے گمراہی سے محفوظ ہوجائے گا۔

دوسرے دن حضرت امام مہدی نصاریٰ کے مقابلہ کے لئے جاویں گے، اس دن ایک جماعت یہ عہد کرے گی: آج ماریں گے یا مرجائیں گے، وہ سب کے سب شہید ہوجائیں گے۔ تیسرے روز بھی ایسا ہوگا، چوتھے روز تھوڑی سے جماعت کے ساتھ ہوں گے مگر اللہ میاں ان کو فتح مبین عطا فرمائے گا۔ عیسائی

کثیر تعداد میں قتل ہوں گے، بقیہ کے دماغ سے حکومت کا خیال جاتا رہے گا اور بے سروسامانی کی حالت میں بھاگیں گے، مسلمان ان کا تعاقب کر کے جہنم رسید کریں گے، بہت سارا مال غنیمت ان کے ہاتھ لگے گا، جس کو حضرت امام مہدی سب جانباز شیروں کے مابین تقسیم کردیں گے، مگر اس سے کسی کو خوشی نہ ہوگی کیونکہ ہر قبیلہ وقوم سے فیصدی کے اعتبار سے ایک آدمی بچا ہوگا بعدہ حضرت امام مہدی اپنی افواج چاروں اطراف میں پھیلا کر ملک کے نظم ونسق پر توجہ دیں گے اور فرائض اور حقوق العباد کی انجام دہی میں مصروف رہیں گے۔

نعرۂ تکبیر سے فتح قسطنطنیہ:

ان مہمات سے فراغت کے بعد قسطنطنیہ کی طرف متوجہ ہوں گے، بحیرۂ روم کے کنارے پر قبیلہ بنو اسحاق کے ستر ہزار بہادروں کو کشتیوں پر سوار کر کے اس شہر کی خلاصی کے لئے مقرر فرمائیں گے، جس کو آج کل استنبول کہتے ہیں، مسلمان قریب پہنچ کر ایک اللہ اکبر کا نعرہ لگاویں گے، جس سے اس کی فصیل گر جائے گی اور مسلمان ہلا بول کر شہر میں داخل ہو کر قابض ہوجائیں گے، اس وقت تک حضرت امام مہدی کو چھ سال کا عرصہ گزر جائے گا۔

دجال اور دستہ کی روانگی:

امام مہدی علیہ الرضوان ملک شام کی طرف واپس ہوں گے اور اس خبر کی تحقیق کے لئے پانچ یا نو سواروں کا دستہ (جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے ماں، باپ کے نام، قبائل کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ جانتا ہوں اور وہ اس وقت روئے زمین کے آدمیوں سے بہتر ہوں گے) لشکر کے آگے بطور طلیعہ روانہ کر کے معلوم کریں گے کہ یہ افواہ غلط ہے، تو پھر امام مہدی آہستگی سے ملک کی خبر گیری میں مصروف ہوجاویں گے، تھوڑا عرصہ گزرے گا کہ دجال ظاہر ہوجائے گا، قبل اس کے کہ وہ دمشق پہنچے، حضرت امام مہدی خود دمشق پہنچ جائیں گے، جنگ کی پوری تیاری ہو جاوے گی سامان حرب بھی تقسیم ہو چکا ہوگا کہ موذن اذان عصر دے گا تو لوگ نماز کی تیاری میں ابھی مصروف ہوں گے۔

نزول عیسیٰؑ وامامت حضرت امام مہدیؒ:

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ لگائے ہوئے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر جلوہ افروز ہوکر آواز دیں گے، سیڑھی لاؤ اس کے ذریعہ اتر کر حضرت امام مہدی علیہ الرضوان سے ملاقات فرما کر ان کی اقتداء میں نماز ادا فرمائیں گے۔ یہ عزت وافتخار اسی امت کا ہے کہ ایک نبی ان کی اقتداء میں نماز ادا کررہا ہوگا:

”ایں سعادت بزور بازو نیست“

فراغت نماز کے بعد حضرت امام مہدی علیہ الرضوان، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کریں گے کہ یہ لشکر آپ کے سپرد ہے، آپ ہی ان کی قیادت فرمائیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماویں گے: یہ قیادت تمہاری ہی ہے، میں تو فقط قتل دجال کے لئے آیا ہوں۔

مدت خلافت وخوشحالی:

تمام زمین حضرت امام مہدی کے انصاف سے بھر جائے گی، ظلم بے انصافی کی بیخ کنی ہوگی، تمام لوگ طاعت الٰہی وعبادت میں سرگرمی سے مشغول ہوں گے، نیکی کا ماحول ہوگا، آپ کی خلافت کی میعاد سات یا آٹھ یا نو سال ہوگی۔

واضح رہے کہ سات سال عیسائیوں کے فتنے اور ملک کے انتظام میں آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ وجدال میں اور نواں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معیت میں گزرے گا، اس حساب سے آپ کی عمر ۴۹ سال ہوگی۔

وفات:

بعد ازاں امام مہدی علیہ الرضوان کی وفات ہوجاوے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کی نماز جنازہ پڑھا کر دفن فرمائیں گے، بعدہ تمام چھوٹے بڑے انتظامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد ہوں گے۔ (ماخوذ از الظل لممدود فی حل ابی داؤد وغیرہ) ☆☆

توہین رسالت قانون میں ترمیم کے خطرناک نتائج نکلیں گے، ختم نبوت کانفرنس سرگودھا

دہشت گردی کی آڑ میں مدارس اور علماء کو بدنام کیا جارہا ہے قادیانی سرگرمیوں کا نوٹس لیا جائے

تیسری قوت طالبان حکومت مذاکرات کامیاب نہیں ہوتے دیکھنا چاہتی: مختلف علماء کرام کا خطاب

سرگودھا (نامہ نگار) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چھٹی کل پاکستان ختم نبوت کانفرنس کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے علماء کرام نے کہا کہ اگر حکمرانوں نے توہین رسالت کے قانون میں کسی قسم کی ترمیم کرنے کی کوشش کی تو اس کے خطرناک نتائج برآمد ہوں گے۔ دہشت گردی کی آڑ میں دینی مدارس اور علماء کرام کو بدنام کیا جارہا ہے، کوئی تیسری طاقت حکومت کو تحریک طالبان میں مذاکرات کامیاب نہیں ہوتے دیکھنا چاہتی، قادیانیوں کی سرگرمیوں کا نوٹس لیا جائے جب کہ عمران خان کو کسی صورت اجازت نہیں دیں گے کہ وہ خیبر پی کے کو یہودیوں کی کالونی بنائیں، مرکزی عیدگاہ میں ہونے والی کانفرنس سے عزیز الرحمن، قاری مطیع الرحمن، مولانا عبدالمالک، مولانا عبدالمجید، مفتی کفایت اللہ، سابق سینیٹر علامہ ڈاکٹر خالد محمود سومرو، مولانا شہاب الدین، مولانا عبدالغفور، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اکرم طوفانی، مفتی شاہد مسعود، مولانا محمد الیاس گھمن، قاری عبدالوحید، لیاقت بلوچ اور دیگر مقررین نے خطاب کیا۔ (روزنامہ نوائے وقت کراچی، ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۳ء)

تربیتِ اولاد اور اس کی اہمیت

مولانا محمد عابد علی، ساہیوال

خالق کائنات نے حضرت انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، ان نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت اولاد ہے، یہی وجہ ہے کہ خالق کائنات نے اولاد کو بطور نعمت ذکر کرتے ہوئے کہیں پر فرمایا: ”اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا“ ”کہ مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی نعمت ہیں“ ”وَاَمْدَدْنٰکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ“ ”ہم نے تمہاری مدد کی مال اور بیٹوں کے ذریعے۔“

اولاد صرف جنت کے پھول اور گھر کی رونق ہی نہیں، بلکہ صدقہ جاریہ اور باعث راحت وسکون بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام قرآن مجید میں جابجا اللہ پاک سے اولاد صالح طلب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، کہیں حضرت ابراہیمؑ یہ فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں ”رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ“ ”اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرمادے“ کہیں پر حضرت زکریا علیہ السلام یہ فرماتے ہیں۔ ”فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ“ ”تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا کردے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔“

جس اولاد کو اللہ پاک نعمت اور حضرات انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں اور جس کو نور چشم، لخت جگر، رونق خانہ اور بڑھاپے کا سہارا کہا جاتا ہے، اگر اس کی صحیح تربیت نہ ہوئی تو یہ والدین کی زندگی اجیرن بنادیتی ہے اور ان کے دن کا سکون اور رات کی نیند حرام کردیتی ہے، بعض اوقات والدین تنگ آکر یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ کاش تو نے جنم ہی نہ لیا ہوتا، لیکن بددعا کرنے سے پہلے والدین یہ نہیں سوچتے کہ اولاد کا بگاڑ ان کی اپنی ہی غلط تربیت کا نتیجہ ہے، اگر ان کی تربیت صحیح کی ہوتی تو آج یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔

بہت سے والدین ایسے ہیں کہ جن کو یہ تو معلوم ہے کہ والدین کے اولاد پر کیا حقوق ہیں اور اس میں کچھ شک بھی نہیں کہ والدین کے اولاد پر بے شمار احسانات ہیں اور حقوق بھی ہیں کہ ماں حالت حمل میں بچہ کا بوجھ اٹھاتی ہے، پھر اس بچے کو اس حالت میں جنم دیتی ہے کہ موت وحیات کی کشمکش سے گزرتی ہے، پھر ایک مدت تک خون جگر دودھ کی شکل میں اس کو پلاتی ہے اور بچہ جب سردیوں کی راتوں میں پیشاب کرتا ہے تو خود گیلے بستر پر لیٹتی ہے اور اس کو خشک جگہ پر سلاتی ہے، جب بچہ رات کو روتا ہے تو والدین اپنی نیند کو بھول جاتے ہیں اور جب بیمار ہوتا ہے تو والدین اس کی تکلیف محسوس کرتے ہیں اور اس کی ہر خواہش اور خوشی کو پورا کرنے کے لئے اپنی آرزوؤں کا خون کرتے ہیں۔

حضرت امیہ بن صلتؓ نے اپنے نافرمان بیٹے کو اپنی پدرانہ شفقت یاد دلاتے ہوئے بڑے عجیب انداز میں کہا تھا: ”کان انا المطروق دونک بالذی“ ”جب تم بیمار ہوتے تو یوں محسوس ہوتا گویا کہ تمہاری بجائے میں ہی بیمار ہوں“ طرقت به دونی فعینی تهمل ”اس وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔“ تخاف الردی نفسی علیک وانها لتعلم ان الموت وقت موجل ”میرا دل تمہاری ہلاکت سے خوفزدہ رہتا تھا، حالانکہ اسے معلوم ہے کہ موت مقررہ وقت پر ہی آئے گی۔“

جیسے والدین کی محبتیں، شفقتیں اور احسانات بے شمار ہیں تو ان کے حقوق بھی بے شمار ہیں۔ اولاد ان کے حقوق تب ادا کرے گی جب وہ پہلے خود اولاد کے حقوق ادا کریں گے۔

والد پر اولاد کا پہلا حق یہ ہے کہ ان کے لئے اچھی ماں تلاش کرے اور ماں پر لازم ہے کہ وہ ایسے شوہر سے نکاح کرے جو اس کے بچوں کا اچھا باپ ثابت ہوسکے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بچے کے کردار اور فکر سازی میں سب سے پہلے جس کا اثر ہوتا ہے وہ اس بچے کی ماں ہے، اگر ماں نیک ہے تو بچے کی فطرت سلیمہ بڑی آسانی سے ترقی کرکے مراتب کو حاصل کرلیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک اور دین دار خاتون کا انتخاب کرنے کی نصیحت فرمائی ہے، تاکہ بچوں کی تربیت اچھے طریقے سے کرسکے اور بچے کے دل میں اسلام سے وابستگی اور اچھے اخلاق کے بیج بو سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تنکح المرأة لأربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها فاظفر بذات الدین تربت یداک“ (مشکوٰۃ، ص ۲۶۷)

عورتوں سے چار چیزوں کی بنیاد پر شادی کی جاتی ہے۔(۱) مال کی وجہ سے (۲) حسن و جمال کی وجہ سے (۳) نسب کی وجہ سے (۴) دینداری کی وجہ سے، تو دیندار عورت کا انتخاب کرنے میں کامیابی حاصل کر۔

نبی علیہ السلام کے اس فرمان سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ظاہری حسن و جمال، مال و متاع اور نسب دیکھ کر عورت کا انتخاب نہ کرنا چاہئے کہ یہ چیزیں عارضی ہیں، بہرحال ختم ہونے والی ہیں، اگر ان ظاہری چیزوں کو ترجیح دے کر ایک بے دین یا برے اخلاق والی عورت کا انتخاب کرلیا تو جو اولاد پیدا ہوگی اُس پر اُس کا اثر ہوگا اور وہ بھی بے دین اور حب دنیا سے معمور ہوگی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ باوجود کوشش کے بھی اولاد کو باصلاحیت اور کام کا آدمی نہ بناسکے گا۔

اولاد کا دوسرا حق یہ ہے کہ ان کے لئے اچھا نام تجویز کیا جائے، وجہ اس کی یہ ہے کہ نام انسان کی شخصیت پر دلالت کرتا ہے اور نام ہی سے انسان کا تعارف ہوتا ہے، اس لئے ایسا نام رکھنا چاہئے جو اپنے مسمّی کے مسلمان ہونے، اللہ کا بندہ ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہونے پر دلالت کرے، ایسا مبہم نام نہ رکھنا چاہئے کہ پتہ ہی نہ چل سکے کہ یہ بچہ مسلم ہے یا غیر مسلم اور ایسا نام بھی نہ رکھنا چاہئے جو بدفالی پر دلالت کرتا ہو، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدفالی والے ناموں کو تبدیل فرما دیا کرتے تھے۔

نام رکھنے کا درست طریقہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہو تو ساتویں دن اس کا نام رکھو اور اسی دن اس کے سر کے بال منڈواؤ اور عقیقہ کرو۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جب میری بیوی کے لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے لے کر نبی علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور ایک کھجور چبا کر اپنے لعاب مبارک کو اس بچے کے منہ میں ڈالا اور اس کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی اور میرے حوالے کردیا۔

اس لئے ہمیں بھی چاہئے کہ ہم بچوں کے نام حضرات انبیاء علیہم السلام اور اہل بیتؓ و صحابہؓ اور صلحاء امت کے نام پر رکھیں۔ (اس بارے میں تفصیلی مضمون اسی شمارہ میں شائع کیا گیا ہے)

اولاد کا تیسرا حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ محبت اور شفقت، پیار اور ایثار کا سلوک کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ بچے کائنات کا حسن ہیں، دنیا کی رونق ہیں، بچوں کی معصومیت پر ہزاروں کلیوں کا حسن قربان کیا جاسکتا ہے۔ وہ باپ کتنا بدنصیب اور سنگدل ہے جو اپنے بچوں سے محبت نہیں کرتا۔

بچوں کا عالمی دن منا کر حقوق الاطفال کے چیمپئن بننے والے سن لیں کہ مہذب دنیا میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ بچوں کے حقوق پر اسلام نے زور دیا ہے۔ محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے بچوں کے حقوق اجاگر کئے ہیں اور عالم انسانیت کو سمجھا دیا، بتلا دیا اور سکھا دیا ہے کہ بچوں سے کیسے محبت کی جاتی ہے۔

ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یعرف حق کبیرنا“ ”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کے حق کو نہ پہچانے۔“

امام بخاریؒ الادب المفرد میں حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ ایک بدو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کیا آپ لوگ بچوں کو چومتے ہیں؟ ہم تو نہیں چومتے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”او املک ان نزع اللہ من قلبک الرحمة.“ (بخاری، ص:۳۱۷، ج:۱) ”اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دل سے رحم کو نکال دے تو میں تمہارے لئے کیا کرسکتا ہوں“۔

امام بخاریؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو چوما، وہاں حضرت اقرع بن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، یہ دیکھ کر کہنے لگے میرے دس بچے ہیں، میں نے تو ان میں سے کسی کو پیار نہیں کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف تعجب سے دیکھا اور فرمایا: ”من لا یرحم لا یرحم“ ”جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔“ (بخاری، ص:۸۶، ج:۲) اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حسنین کریمین کو چومتے اور سونگھتے اور فرماتے: ”ھما ریحانی من الدنیا.“ (رواہ البخاری مشکوٰۃ، ص:۵۶۹)

اولاد کا چوتھا حق یہ ہے کہ ان کی پرورش حلال روزی سے کی جائے، وجہ اس کی یہ ہے کہ کتاب وسنت میں رزق حلال اختیار کرنے اور پاکیزہ غذا کھانے پر زور دیا گیا ہے، کیونکہ غذا کا اثر انسان کے قلب و دماغ پر پڑتا ہے، غذا کا اثر انسان کے جذبات و خیالات پر پڑتا ہے اور بطور خاص غذا کا اثر انسان کی اولاد پر پڑتا ہے۔

اگر غذا حرام اور ناپاک ہوگی تو دل سیاہ ہوگا، اس میں قساوت و ظلمت ہوگی، قبول ہدایت کی صلاحیت اور استعداد ختم ہوجائے گی، نیکی کرنا مشکل اور بدی کرنا آسان ہوجائے گا، اور بطور خاص اولاد

نافرمان ہوگی اور چوری چکاری اور دنگا فساد کی عادی ہوگی، اس لئے جس بچوں کو حرام کی غذا دی جائے گی، اس بچے کے گوشت، پوست، مزاج اور طبیعت میں حرام جراثیم سرایت کر جائیں گے۔

اور یہ بات بارہا مشاہدے اور تجربے میں آئی ہے کہ جو لوگ اپنے بچوں کو حرام کی روزی کھلاتے ہیں، ان کے بچوں میں اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور جو مائیں حلال پر اکتفا کرتی ہیں، ان کی گود میں پلنے والے بچوں میں ان کی ماؤں کا زہد و تقویٰ ضرور رنگ دکھاتا ہے اور تاریخ کے اندر ایسے واقعات بھرے پڑے ہیں کہ والدین کی حلال یا حرام روزی کا بچوں کے اخلاق اور سیرت و کردار پر کتنا گہرا اثر پڑتا ہے۔

اولاد کا پانچواں حق جو کہ تمام حقوق میں سے اہم ترین ہے، وہ یہ ہے کہ اولاد کی صحیح نہج پر تربیت کی جائے۔

حضرات گرامی! آپ اپنے بچوں کے لئے دن رات محنت کرتے ہیں، انہیں اچھی غذا، بہترین لباس، فراہم کرتے ہیں، ان کی ہر جائز و ناجائز خواہش کو پورا کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اپنی جگہ پر ہے، لیکن اگر آپ نے ان کی صحیح تربیت نہ کی تو آپ نے ان کے لئے کچھ نہیں کیا۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ وہ آپ کی صحیح تربیت کی بدولت اچھا انسان، اچھا مسلمان، اچھا بیٹا اور اچھا باپ بن سکتا ہے اور آپ کی بے توجہی اور غفلت کی وجہ سے وہ انسان نما حیوان بن سکتا ہے، باغیٔ دین و ایمان بن سکتا ہے، ملعونِ جہاں بن سکتا ہے۔

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے بہتر عطیہ اور ہدیہ نہیں دیا اور فرمایا کہ انسان کا اپنے بیٹے کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

اور جب ہم بچوں کی تربیت کے حوالے سے سیرت طیبہ میں غور کرتے ہیں تو ہم کو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سارے واقعات بچوں کی تربیت کرنے کے ملتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ: "عن ابی هريرة رضی الله عنه قال اخذ الحسن بن علی رضی الله عنه تمرة من تمر الصدقة فجعلها فی فیه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم کخ کخ، ارم بها، اما علمت انا لا ناکل الصدقة۔" (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب بچے تھے، ایک مرتبہ صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فوراً فرمایا "کخ کخ" عربی میں یہ لفظ ایسا ہے جیسے ہماری زبان میں لفظ "تھو تھو" کہتے ہیں، اگر بچہ کوئی چیز منہ میں ڈال لے، اس کی شناعت کے اظہار کے ساتھ وہ چیز اس کے منہ سے نکلوانا مقصود ہو تو یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کخ کخ" یعنی اس کو منہ سے نکال کر پھینک دو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم یعنی بنو ہاشم صدقے کا مال نہیں کھاتے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں اور ایسے محبوب نواسے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوگئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اُترے اور آگے بڑھ کر ان کو گود میں اُٹھا لیا اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر سوار ہوگئے اور جب آپ سجدے میں جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر نیچے اتار دیا اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو گود میں لیتے اور فرماتے کہ مبخلة ومجبنة کہ یہ اولاد ایسی ہے کہ انسان کو بخیل بھی بنا دیتی ہے اور بزدل بھی بنا دیتی ہے، اس لئے کہ انسان اولاد کی وجہ سے بعض اوقات بخیل اور بعض اوقات بزدل بن جاتا ہے۔

ایک طرف تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اتنی محبت اور دوسری طرف جب انہوں نے نادانی میں ایک کھجور منہ میں رکھ لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گوارا نہ ہوا کہ وہ اس کو کھائیں، مگر چونکہ ان کو پہلے سے یہ تربیت دینی تھی، اس لئے فوراً وہ کھجور منہ سے نکلوائی اور فرمایا کہ یہ ہمارے کھانے کی چیز نہیں ہے۔

حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں، یہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت محبت اور شفقت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے، وہ اپنا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ جب میں چھوٹا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش تھا، ایک روز کھانا کھاتے ہوئے میرا ہاتھ ادھر سے ادھر حرکت کر رہا تھا، یعنی کبھی ایک طرف پیالے میں سے لقمہ اُٹھایا اور کبھی دوسری طرف سے اور کبھی تیسری طرف سے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس طرح کرتے دیکھا تو فرمایا "یا غلام سم الله وکل بیمینک وکل مما یلیک" "اے لڑکے! کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھو اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور برتن کا جو حصہ تمہارے سامنے ہے وہاں سے کھاؤ۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح چھوٹی چھوٹی باتوں کو دیکھ کر تنبیہ فرماتے تھے۔

ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ سکھاؤ۔ ماں کی گود بچے کے لئے پہلی درسگاہ ہے، ماں کو چاہئے کہ وہ اپنے بچے کے حافظے میں حلال وحرام، جائز وناجائز کے الفاظ راسخ کر دے اور اس کا ذہنی رابطہ تاریخ اسلام کے ساتھ جوڑے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے بچوں کو تین باتیں سکھاؤ:

(۱) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

(۲) اپنے نبی ﷺ کے اہل بیتؓ کی محبت۔

(۳) قرآن کریم کی تلاوت۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تو آپ حضرات نے بارہا سنا ہوگا کہ اپنی اولاد کو سات سال کا ہونے پر نماز کا حکم کرو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز نہ پڑھنے پر مارو اور ان کے بستر الگ کر دو۔

حضرات گرامی! یہ بات ہم اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ یہ اولاد ہماری ملکیت نہیں اور نہ ہی ہم اسے مرضی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ دینا یا نہ دینا بھی اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے، لمبی اور مختصر زندگی بھی اسی کی مشیت پر منحصر ہے۔

یہ اولاد ہمارے پاس ایک خوبصورت اور قیمتی امانت ہے، اس میں خیانت نہ کریں، بلکہ اس کا حق ادا کریں اور اس کا حق یہی ہے کہ اس کی صحیح تربیت کی جائے۔

ہم بڑے شوق سے اس کو ڈاکٹر، پروفیسر، انجینئر، پائلٹ، آفیسر بنائیں، لیکن اسے سب سے پہلے ایک اچھا انسان اور مثالی مسلمان بنائیں۔ اور ہم ان کو ایسی مجالس میں بھیجیں جہاں ان کو والدین کا احترام سکھایا جائے اور بتایا جائے ''الجنۃ تحت اقدام الامہات'' کہ جنت تیری ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اور ''رضی الرب فی رضی الوالد'' کہ تیرے رب کی رضا تیرے والد کی رضا میں ہے۔ اگر ہم نے ایسا کر لیا تو یہ ہماری زندگی میں بھی کار ثواب اور مرنے کے بعد بھی صدقہ جاریہ ہوگا۔

اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے، مگر تین چیزیں باقی رہتی ہیں: (۱) صدقہ جاریہ، (۲) ایسا علم جس سے فائدہ حاصل کیا جائے۔ (۳) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔

اگر ہم نے اپنی اولاد کو غیر مہذب بنا دیا تو کل اس کا ہاتھ ہمارے گریبان تک پہنچ سکتا ہے اور اگر ہم نے اسے دینی تعلیم نہ دی تو ہمارے مرنے کے بعد ہمارے لئے دعا کرنے والا بھی کوئی نہ ہوگا۔ دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے دوڑ لگ چکی ہے۔ آج ہم نے اپنی اولاد کو ایسی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اسکولوں کی بھٹی میں جھونک دیا ہے، جس سے وہ بڑے ہو کر چار پیسے کمائیں گے اور مدرسوں میں پڑھنے والی اولاد کو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کھائیں گے کہاں سے؟

کیا ہوا وہ اگر چار ٹکے کمانے میں پیچھے رہ جائیں گے؟ کیا رب کی رضا کی کوئی قیمت نہیں؟ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قبولیت کی کوئی قیمت نہیں؟ ہم اس قدر زر پرست ہو چکے ہیں؟ ہم اپنی اولاد کو پی ایچ ڈی تو کرا لیں گے، مگر دینی تعلیم سے نابلد رکھتے ہیں۔ آج یہ بات کی جاتی ہے کہ دین کے ساتھ سائنسی علوم بھی پڑھنے چاہئیں، بالکل ٹھیک ہے مگر سائنس کے ساتھ دینی علوم کی آواز بھی تو لگانی چاہئے۔ ۹۵ فیصد اولادیں اسکولوں میں پڑھتی ہیں، اُن کی دینی تعلیم کی بھی فکر کرنی چاہئے۔

آج مساوات کی بات کی جاتی ہے، برابری کا نعرہ لگایا جاتا ہے، مگر جس کے 5 بچے ہیں، کبھی اس نے سوچا کہ میرے چار بچے دنیاوی تعلیم حاصل کر رہے ہیں تو ایک کو میں دینی تعلیم پر لگا دوں تاکہ وہ میری آخرت کا ذخیرہ بن جائے۔

اے ماں! تو دین و دنیا برابر کے راگ الاپتی ہے، اے والد! تو دین و دنیا برابر کے فلسفے کو پسند کرتا ہے، مگر تیرا ایک بچہ بھی مدرسے قرآن وحدیث پڑھنے نہیں جاتا، کیوں؟...... اے ماں! تیرے دل میں یہ حسرت کیوں نہیں پیدا ہوتی کہ تیرا بھی کوئی ایسا بچہ ہوتا جو دامن میں قرآن لے کر بیٹھتا اور جھولی پھیلا کر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو یاد کرتا اور دعائیں مانگتا، تاکہ تیری شفاعت کا سبب بنتا۔

قیامت کے روز یہی اولادیں پکاریں گی کہ اے اللہ! ہمارے والدین کو ہی دگنا عذاب دے انہوں نے ہمیں دین سے دور رکھا۔ اللہ رب العزت ہمیں سمجھنے کی توفیق دے، اولادوں کی صحیح دینی تربیت کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

☆☆..........☆☆

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون: 32545573

مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ... حیات وخدمات!

مفتی خالد محمود

اکابر کے محبوب اور معتمد، بے شمار خوبیوں کے مالک اور اوصاف حمیدہ سے آراستہ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ پشاور کے ایک اعلیٰ اور شریف خاندان میں حاجی عبدالسمیع کے گھر 1953ء میں پیدا ہوئے، آپ کی جائے پیدائش کراچی ہے کیوں کہ آپ کی پیدائش کے وقت آپ کے والد کراچی میں مقیم تھے اور آپ کی جائے شہادت بھی کراچی ہے۔

آپ کے والد محترم آغا عبدالسمیع کا حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور جو حضرت تھانویؒ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے۔ بیعت و ارادت کا تعلق تھا بعد میں حضرت تھانوی کے دوسرے بڑے خلیفہ حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے دامن سے وابستہ ہوئے، نہ صرف یہ کہ سلوک کے مدارج طے کیے بلکہ ان سے اجازت وخلافت سے بھی سرفراز ہوئے، علماء اور بزرگوں سے اسی تعلق کی بناء پر گھر کا ماحول دینی تھا جس کا اثر مفتی محمد جمیل خان کی تعلیم وتربیت پر ہونا لازمی امر تھا۔ اس لیے مفتی محمد جمیل خان کو ابتداء سے ہی دینی تعلیم کے حصول میں لگا دیا گیا۔ قرآن کریم کی ابتدائی تعلیم دارالعلوم نانک واڑہ میں ہوئی جبکہ حفظ کی تکمیل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں ہوئی اس کے بعد آخر تک تعلیم کے تمام مراحل اسی جامعہ میں ہی طے کیے البتہ درمیان میں ایک سال کے لیے مفتی خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ میں حصول علم کے لیے گئے تھے۔ دورہ تفسیر حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ آپ کے ممتاز اساتذہ میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ، حضرت مولانا فضل محمد سواتی رحمہ اللہ، حضرت مفتی ولی حسن خان ٹونکی رحمہ اللہ، حضرت مولانا بدیع الزمان رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ، حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبداللہ کاکاخیل رحمہ اللہ، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم، حضرت مفتی خلیل صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبدالقیوم چترالی رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد سواتی رحمہ اللہ، حضرت قاری عبدالغفار رحمہ اللہ، قاری محمد شریف تھانوی رحمہ اللہ، قاری محمد حامد صاحب رحمہ اللہ نمایاں ہیں۔ دورۂ حدیث کے بعد حضرت مفتی ولی حسن خان ٹونکیؒ کی نگرانی میں فتویٰ نویسی کا کام سیکھا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ جامعہ علوم اسلامیہ سے باقاعدہ وابستہ رہے، وہاں تدریس کے فرائض بھی انجام دیے اور انتظامی معاملات میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ بعد میں باقاعدہ جامعہ کے نظم کا حصہ تو نہیں تھے مگر ان کا دل ودماغ جامعہ سے منسلک رہا اور جب بھی جامعہ کو ضرورت پڑی تو اپنی تمام مصروفیات کو آگے پیچھے کرکے جامعہ کے امور کو ترجیح دی اور عملاً جامعہ کے معاملات سنبھالے۔ جامعہ بنوریہ سائٹ میں بھی ایک سال اعزازی تدریس کی۔

مفتی محمد جمیل خان کے سب سے پہلے شیخ اور مرشد حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری تھے اور ان سے مفتی صاحب کو خلافت و اجازت بھی حاصل تھی، حضرت مولانا فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مولانا فقیر محمد صاحبؒ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ سے بیعت کی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے حضرت شہیدؒ نے بھی آپ کو خلافت واجازت سے نوازا، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی شہادت کے بعد حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دامن سے وابستہ ہوئے۔

حضرت مولانا فقیر محمد اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہم اللہ کے علاوہ امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر محمد اسماعیل مدنی (خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ) نے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

متعدد دینی اور سیاسی جماعتوں میں بھی بھرپور اور فعال کردار ادا کیا خصوصاً جمعیت طلباء اسلام، جمعیت علماء اسلام میں اور پھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے ان کی وابستگی اور مجلس کے پلیٹ فارم سے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ہر پروگرام اور ان کے ہر مشورے میں حضرت مفتی صاحب کی شرکت ایک طرح سے لازمی

تھی۔ چناب نگر اور برمنگھم (یو۔کے۔) کی سالانہ کانفرنس تو مفتی صاحب کے بغیر ادھوری سمجھی جاتی تھی بلکہ اپنی زندگی میں مفتی صاحب نے ان کانفرنسوں کی تمام ذمہ داری اپنے کندھوں پر لی ہوئی تھی۔ مفتی محمود اکیڈمی اور جمعیت پبلی کیشنز کا قیام بھی حضرت مفتی صاحب کی کوششوں کا مرہون منت ہے۔

جب حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی وفاق کے صدر اور حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن وفاق کے ناظم اعلیٰ تھے، اس زمانہ میں وفاق کو منظم کرنے، اسے چلانے اور پورے ملک میں وفاق کے امتحانی نظم کو بہتر سے بہتر کرنے میں بھی مفتی جمیل صاحب کی خدمات نمایاں ہیں۔ اس کے علاوہ کسی جماعت اور ادارہ سے مستقل وابستگی کے بغیر جہاں اور جب کسی دینی ادارے، کسی دینی جماعت یا عالم اسلام میں کسی مسئلہ میں دینی جدوجہد کی ضرورت محسوس ہوئی حضرت مفتی صاحب نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ اس جدو جہد میں پیش پیش نظر آئے۔ ہر طرح اور ہر میدان میں عملی، مالی، جانی، اخلاقی حمایت اور مدد کی۔

افغانستان سے روس کی شکست کے بعد جب طالبان کی امارت اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا تو طالبان کی بھی ہر میدان میں نصرت وحمایت کی۔ سوویت یونین کی شکست وریخت کے بعد وسط ایشیائی ریاستیں آزاد ہوئیں تو وہاں کے مسلمانوں کے لیے دینی لٹریچر اور خصوصاً وہاں ہر مسلمان گھرانے میں قرآن کریم پہنچانے کا عزم مصمم کیا۔ اس سلسلہ میں ان علاقوں کے بار بار دورے کیے اور ان کی اس دینی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اپنی بساط کے مطابق بھرپور کوشش کی، اس کے علاوہ وہاں مساجد تعمیر کروائیں اور مدارس قائم کیے۔

روزنامہ جنگ جو ملک کا سب سے بڑا اخبار ہے اس میں جب مئی 1978ء میں اسلامی صفحہ کا آغاز ہوا تو اس صفحہ کی نگرانی حضرت مفتی صاحب کے حصہ میں آئی۔ 1978ء سے تادم شہادت جس طرح کامیابی اور خوبی کے ساتھ حضرت مفتی صاحب نے اسلامی صفحہ کو چلایا وہ آپ کی صحافتی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے حضرت مفتی صاحب نے اس صفحہ کو ہمیشہ فرقہ واریت اور مسلکی اختلافات سے دور رکھا لیکن اس کے باوجود ہمیشہ حق بات کہی اور علماء حق کا موقف خوب ڈٹ کر بیان کیا۔ اس صفحہ کا سب سے مشہور و مقبول کالم "آپ کے مسائل اور ان کا حل" کا آغاز بھی مفتی صاحب کی کوششوں سے ہوا۔

اس کے علاوہ مفتی صاحب نے بسیار محنت اور کوششوں کے بعد ہی جنگ گروپ کے انگریزی اخبار "دی نیوز" میں بھی اسلامی صفحہ کا آغاز کروایا اور کافی عرصہ تک اس انگریزی اخبار کے اسلامی صفحہ کی ترتیب ونگرانی بھی مفتی صاحب ہی کرتے رہے۔

ڈائجسٹوں اور عام دنیاوی رسالوں کے درمیان مفتی صاحب کا ایک نیا اور تجدیدی کام "اقرأ ڈائجسٹ" کا اجرا تھا، جس نے اپنے بلند معیار، دیدہ زیب تزئین وآرائش اور عمدہ طباعت کی وجہ سے بہت جلد نہ صرف یہ کہ دینی رسالوں میں بلکہ ڈائجسٹوں کی دنیا میں بھی اپنا مقام بنایا۔ اس طرح مفتی صاحب نے اسلامی صحافت کی نہ صرف داغ بیل ڈالی بلکہ اسے ایک نئی جہت عطا کی۔

حضرت مفتی صاحب کا اپنی حیات کے آخری دور میں جو عظیم کارنامہ اور اسے مفتی صاحب کا تجدیدی کارنامہ کہنا بے جانہ ہوگا وہ اقرأ روضۃ الاطفال کا قیام ہے۔ اقرأ روضۃ الاطفال کے ذریعہ مفتی صاحب نے ایک ایسے نظام تعلیم کی بنیاد ڈالی جس میں قرآن کریم کو ابتدائی تعلیم کی بنیاد بنایا جائے اور طلبہ کی دینی تربیت کے ساتھ عصری علوم سے بھی آراستہ کیا جائے اور اس طرح انہیں ایک معزز شہری کے ساتھ ایک دینی ذہن والا سچا مسلمان بنایا جائے تاکہ جب وہ عملی زندگی میں آئیں خواہ زندگی کے کسی شعبہ سے ان کا تعلق ہو تو وہ اپنے فرائض جہاں ایک پاکستانی ہونے کی حیثیت سے ادا کریں وہاں وہ ایک اچھا اور سچا مسلمان بھی ہو اور عملاً یہ چیز اس کے ایک ایک فعل ایک ایک ادا اور اس کے کردار وگفتار سے ظاہر ہو۔ حضرت مفتی صاحب نے اس کے لیے دن رات محنت کی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ نظام پورے ملک میں مقبول ہوا اور پورے ملک میں اس کی شاخیں پھیلتی چلی گئیں۔ یقیناً یہ حضرت مفتی صاحب کے لیے عظیم صدقہ جاریہ ہے۔

حضرت مفتی صاحب کی اس تمام جدوجہد اور محنت کے تناظر میں جب ہم دیکھتے ہیں تو مفتی صاحب ہمیں ایک ایسی خوبی اور ایسے وصف سے متصف نظر آتے ہیں کہ اس خوبی میں شاید ہی مفتی صاحب کا کوئی ہمسر ہو۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنے آپ کو مٹایا ہوا تھا، تواضع، عاجزی اور مسکنت حد سے زیادہ تھی، تواضع تو بہت سوں میں ہوتی ہے لیکن مفتی صاحب کی خوبی یہ تھی کہ ناموری تو بہت دور کی بات بلکہ ساری محنت، جدوجہد اور کوشش خود کرتے لیکن دوسرے کے کھاتے میں ڈال کر ہمیشہ دوسرے کو آگے کردیا کرتے تھے، اپنی محنت اور اپنا کام دوسروں کے کھاتہ میں ڈال دیتا اور خود کوئی کریڈٹ نہ لینا یہ شاید مفتی صاحب کی ہی خوبی ہے ہمیں اس خوبی میں مفتی صاحب کے ساتھ دوسرا کوئی شریک نظر نہیں آتا۔

۲۳ر شعبان ۱۴۲۵ھ مطابق 9 راکتوبر 2004ء بروز ہفتہ مغرب سے کچھ دیر قبل جام شہادت نوش کیا اور سرخ رو ہو کر بارگاہ الٰہی میں جا پہنچے۔ مسجد خاتم النبیین کے پہلو میں اپنے شیخ اور دیگر شہداء کے سایہ میں آرام فرما ہوئے۔

"خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را"

پاکستان میں مرزائیل!

قاری شبیر احمد عثمانی، چناب نگر

پاکستان کو معرض وجود میں آئے ٦٦ سال ہو چکے کو ہیں، جو صرف "لا الٰہ الا اللہ" کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، لاکھوں جوانوں، بوڑھوں شاہین بچوں کی قربانیوں، ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عصمت دری کے بعد ایک علیحدہ وطن ملا، جس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔ اس اسلامی ریاست میں قادیانیت سمیت تمام اقلیتوں کو بھی تحفظ فراہم کیا گیا۔ چونکہ قادیانی یہود و ہنود کے ایجنٹ اور انگریز سامراج کے گماشتے ہیں جو کہ پاکستان بننے سے پہلے ہی انگریزی سازشوں کے شانہ بشانہ نظر آئے، پہلے پہل تو ایک گھناؤنی سازش کے تحت کشمیر کو پاکستان سے جدا کروادیا گیا، پھر بنگال کو پاکستان سے کاٹ کر علیحدہ کردیا گیا۔ پاکستان کے وزیر خارجہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار سر ظفر اللہ خان قادیانی جس نے قائد اعظم محمد علی جناح کا جنازہ یہ کہہ کر نہ پڑھا کہ: "مجھے کافر حکومت کا مسلمان وزیر سمجھ لیجئے یا مسلمان حکومت کا کافر وزیر۔" اس نے اپنی سازشوں کا جال شروع دن سے بننا شروع کردیا، حکومتی اعلیٰ عہدے پر فائز ہوکر اس نے زیادہ مرزائیت کو تقویت بخشی، اسی طرح قادیانیوں کی غنڈہ گردی بڑھتی چلی گئی، چناب نگر سابقہ ربوہ میں کوڑیوں کے بھاؤ لیز پر زمین لے لی گئی تاکہ کھل کر ارتداد کے کام کو پھیلایا جاسکے اور علیحدہ ریاست (مرزائیل) کے قیام کو آسانی سے عمل میں لایا جاسکے۔

پاکستان میں اسی علیحدہ ریاست (مرزائیل) کے قیام کے لئے ان قادیانیوں کی سرتوڑ کوششیں جاری ہیں۔ پاکستانی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام آنجہانی نے پاکستان کے ایٹمی راز کے متعلق دشمنان پاکستان کو آگاہ کرکے نوبل انعام خریدا اور باہر بیٹھ کر یہ بھی کہا کہ پاکستان لعنتیوں کا ملک ہے، میں وہاں نہیں جاؤں گا۔

ملک عزیز پاکستان میں اسرائیل کی طرز پر ایک علیحدہ ریاست مرزائیل کے قیام کے لئے ہر قادیانی مرد وزن اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر کاربند ہیں، جگہ جگہ چیک پوسٹیں، مارچ سیلز، اپنی ہی نظارتیں، وزارتیں، عدالتیں، گورنمنٹ کی اراضی پر بے دھڑک قبضے، چناب نگر کے اسکولوں میں اپنی کفریہ ارتدادی تبلیغ کو نصاب میں شامل کرنا، قریہ قریہ نگر نگر کلاشنکوفوں اور پمپ ایکشن جیسے جدید اسلحہ سے لیس ایلیٹ فورس کی طرز پر غنڈہ فورس کے پہرے، گشت، شہر کے داخلی و خارجی راستوں پر ناکے، چناب نگر شہر کی مساجد میں آنے جانے والے نمازیوں کو زدوکوب کرنا، ان کو تنگ کرنا، ان کا راستہ روکنا، اسلحہ کے زور پر ان کو ہراساں کرنا، یرغمال کرنا، اپنے مخصوص علاقوں میں عوام تو عوام پولیس اور انٹیلی جنس کو بھی نابینا رکھنا، آخر کس چیز کی غمازی کررہے ہیں...؟ کبھی انصار اللہ کا اجلاس، کبھی خدام الاحمدیہ کا اجلاس، کبھی اطفال کا اجلاس، کبھی مجلس عاملہ کا اجلاس، کبھی مجلس منتظمہ کا اجلاس، کبھی قادیانی نوجوان لڑکیوں (لجنہ) کا اجلاس، چاروں طرف یہ چہل پہل آخر کس چیز کی عکاسی کررہی ہے؟

قادیانیو! یہ تمہاری بھول ہے کہ تم ختم نبوت کے مجاہدین کے ہوتے ہوئے، اس سازش میں کامیاب ہوجاؤ گے، جب تک سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ جیسے اکابر کے روحانی فرزند زندہ ہیں تب تک تمہارا یہ خواب کبھی پورا نہیں ہونے دیں گے۔ (انشاءاللہ!)

مسلمانو! اب تو جاگ جاؤ، ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی جماعتوں کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہوجاؤ اور اس فتنہ کے تعاقب میں سردھڑ کی بازی لگا کر ان کی تمام سازشوں کو ناکام بنادو اور انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکو تاکہ بروز قیامت پیارے نبی، سرور کونین، آقائے دو جہاں، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانا پڑے۔

☆☆..........☆☆

ESTD 1882

سو سال سے زائد کی بہترین خدمت

ABS

ABDULLAH BROTHERS SONARA

عبداللہ برادرز سونارا

Formerly: H. Elyas Sonara

Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar, Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

بقیہ:...... اداریہ

س:......کیا جہاد ہونا چاہیے؟

ج:......اگر استطاعت ہو۔

س:......کیا استطاعت شرط ہے؟

ج:......ہاں! استطاعت مادیہ اور استطاعت تائیدیہ دونوں ہونا ضروری ہیں۔

س:......اگر استطاعت تائیدیہ نہ ہو تو کیا جہاد کو روک دیا جائے گا؟

ج:......نہیں! اگر صرف اسباب مادیہ ہوں گے تو جس کے پاس یہ زیادہ ہوں گے وہی جیت جائے گا لیکن اگر مسلمان کے پاس مادی اسباب تو چاہے کم ہوں، لیکن اسباب تائیدیہ موجود ہوں تو بڑی سے بڑی مادی طاقت بھی ان پر غالب نہیں آسکتی۔

س:......کیا حال ہی میں بننے والے ایک ملک سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا ہے؟

ج:......کسی ایک مملکت کی خصوصیت نہیں، تمام امت مسلمہ میں ایک قسم کا اضطراب ہے اور وہ اضطراب ضعف ایمان کی وجہ سے ہے اور اسی وجہ سے نقصان ہو رہا ہے۔

س:......یہودیت کے بارے میں احادیث شریفہ میں جو کچھ ان کی حکومت اور غلبہ کے بارے میں آتا ہے، کیا وہ احادیث صحیح ہیں؟

ج:......جی ہاں، صحیح ہیں بلکہ یہاں تک احادیث میں آتا ہے کہ خیبر تک وہ پہنچ جائیں گے، اس کے بعد پھر یہودی قتل کیے جائیں گے، یہاں تک کہ پتھر بھی بولے گا کہ میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہوا ہے، ان سب احادیث کا تعلق علامات قیامت سے ہے۔

س:......مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کے بارے میں آپ کا کیا موقف ہے؟

ج:......"لا نجادلھم ولا نعارضھم ولا نباحثھم"...... نہ ہم ان سے مجادلہ و معارضہ کرتے ہیں اور نہ بحث و مباحثہ کرتے ہیں...۔

س:......کیا آپ ان کے لئے دُعا کرتے ہیں؟

ج:......جی ہاں! دُعائے خیر کرتے ہیں۔

س:......ان کے لیڈروں اور ان اکابرین کو آپ دعوت کیوں نہیں دیتے؟

ج:......اس سے بحثیں بڑھیں گی، جب عملی فضا قائم ہو جائے گی تو خود بخود اس چیز کو سمجھ جاویں گے، عملی فضا کے بغیر بات سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔

س:......کیا احادیث میں آتا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوگا، اس کی کیا غرض ہے؟

ج:......جی ہاں! یہ حدیث میں ہے اور اس کی غرض اُمت محمدیہ مرحومہ کو تسلی دینا ہے۔

س:......کیا یہ غرض آپ نے کسی کتاب میں دیکھی ہے؟

ج:......نہیں! بلکہ ابھی سمجھ میں آئی ہے۔" (دعوت تبلیغ کے حضرت جی ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن، ص۳۰،۲۲۰)

الحمدللہ! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور تبلیغی جماعت کا باہم دامن چولی کا ساتھ ہے، دونوں کا مقصد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا تحفظ اور آپ کے دین عالی کی تبلیغ و دعوت کو عام کرنا ہے، ہمارے اکابر جہاں زندگی بھر تحفظ ختم نبوت کا کام کرتے رہے، وہاں انہوں نے ہمیشہ اس جماعت کی اعانت و نصرت کو بھی اپنا مشن بنائے رکھا اور تبلیغی جماعت کے اکابر بھی ہمیشہ بیانات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اعلان فرماتے رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ کی ختم نبوت کے صدقے ہمیں یہ کام ملا ہے، اب ہر مسلمان کا یہ کام ہے کہ اس دین کو دوسرے لوگوں تک پہنچائے۔

دعوت و تبلیغ کے حضرت جی ثالث کتاب کے مولف نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ:

’’مولانا عبدالحق صاحب خطیب مسجد بیت المکرم ڈھاکہ وصدر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنگلہ دیش، مولانا عزیزالحق صاحب شیخ الحدیث جامعہ رحمانیہ ڈھاکہ نیز دیگر علماء مولانا ظہیرالحق صاحب، مولانا جنید صاحب وغیرہ حضرت جی سے ملاقات کے لئے آئے اور دوران گفتگو بتلایا کہ یہاں کے علماء قادیانیت کے خلاف تحریک چلا رہے ہیں تاکہ ان کو مسلمانوں سے الگ تھلگ کیا جائے، جب ان کے کفر کی وضاحت کی جاتی ہے تو قادیانی کہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت تو ہمیں کافر نہیں کہتی جو اس ملک کی سب سے بڑی دینی جماعت ہے، لہٰذا اگر عمومی بیانات میں اس قسم کے الفاظ کثرت سے کہہ دیئے جائیں جیسے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی، خاتم النبیین، نبوت ختم ہوچکی وغیرہ تو ہمیں بہت سہولت ہو، اس پر فرمایا کہ صحیح بات ہے، اس میں کیا مضائقہ ہے اور پھر ان کا کفر وغیرہ بھی بیان فرمایا۔ روزنامہ ’’انقلاب‘‘ ڈھاکہ میں قادیانیت کے متعلق ہونے والی گفتگو مندرجہ ذیل الفاظ میں شائع ہوئی:

’’عالمی تبلیغی جماعت کے امیر مولانا انعام الحسن (حضرت جی) مولانا محمد عمر پالن پوری اور مولانا مفتی زین العابدین نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو لوگ آخری نبی یقین نہیں کرتے وہ مرتد اور کافر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دنیا میں ہر زمانہ اور ہر طبقہ کے علماء اس پر متفق ہیں۔ عالمی تبلیغی جماعت کے ذمہ داران نے یہ بھی بتایا کہ عقیدۂ ختم نبوت ایمان کا کبھی بھی نہ ختم ہونے والا جزو ہے۔ تبلیغی جماعت اسی عقیدہ پر یقین کرتے ہوئے چل رہی ہے اور قادیانیوں کو بغیر کسی شکوک وشبہات کے مرتد وکافر مانتی ہے۔‘‘ (دعوت تبلیغ کے حضرت جی ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن، ۲/۵۰۸)

اسی طرح معاشیات کے ماہرین اس جماعت پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ جماعت دنیا سے کاٹ دیتی ہے، اس بارہ میں حضرت جی سے سوال کیا گیا تو آپؒ نے فرمایا:

’’جنوبی ہند کے ایک ماہر معاشیات کسی کانفرنس کے سلسلہ میں دہلی آئے تو حضرت جی سے ملاقات کے لئے مرکز بھی آئے اور دوران ملاقات یہ عرض کیا کہ حضرت یہ کام بہت اچھا ہے مجھے تو اس میں ابھی تک شرکت کی توفیق نہیں ہوسکی لیکن اس کام سے ہر جگہ امت میں دین آرہا ہے، البتہ ایک بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ اس وقت کا سب سے بڑا مسئلہ انسانوں کے لئے معاش کا مسئلہ ہے اور اس میں سب پریشان ہیں، خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، چھوٹی حکومتیں ہوں یا بڑی حکومتیں، یہاں تک کہ جس کو سپر پاور کہا جاتا ہے، اس کی بھی سمجھ میں کوئی حل نہیں آرہا ہے، اگر آپ کے یہاں اس کا کوئی حل ہو تو ارشاد فرمائیں۔ حضرت جی نے ان کی بات سن کر بڑے سکون کے ساتھ فرمایا کہ اس کا حل صرف ہمارے ہی پاس ہے اور کسی کے پاس ہے ہی نہیں، اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک ہم ہی ایسے ہیں جو معاش کے مسئلے پر نہیں رو رہے ہیں، باقی ساری دنیا رو رہی ہے۔ یہ ماہر معاشیات تھوڑی دیر سر جھکائے بیٹھے رہے اور پھر بڑے جوش سے بولے کہ حضرت ایا آپ نے بالکل سچ کہا کہ آپ نہیں رو رہے ہیں، کیونکہ یہ تبلیغ اتنی بڑی عالمی تحریک ہے لیکن کبھی اس کے لئے کوئی چندہ نہیں مانگا گیا، لیکن وہ حل ہے کیا، وہ سمجھ میں آیا؟ اس پر فرمایا کہ ہمارے پاس وہی حل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس تھا، وہ یہ کہ اپنے نفس پر محنت کرکے اس کو تین چیزوں کے لئے راضی کرلو: ایک رہنے کے لئے جھونپڑا، دوسرے پہننے کے لئے چیتھڑا اور تیسرے کھانے کے لئے ٹکرا۔ پھر اس سے زائد جو کچھ اللہ دیں گے تو اس زائد کو لئے پھروگے کہ اس کو کہاں خرچ کریں؟ لیکن اگر خواہشات کا وہی حال رہا جو آج دنیا والوں کا ہے کہ خواہشات کی ہر بلند سے بلند سطح پر پہنچ کر ’’ھل من مزید‘‘ کی آواز لگتی ہے تو خواہشات کا حل اللہ تعالیٰ نے جنت میں تو رکھا ہے اس زمین پر نہیں رکھا، یہاں اس لائن کا کوئی حل نہیں ملے گا، خواہ کتنی ہی ٹکریں کھاتے پھرو۔‘‘

(دعوت تبلیغ کے حضرت جی ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن، ۳/۲۷۴)

ضرورت اس بات کی ہے کہ جماعت کے بزرگوں نے جماعت میں چلنے والوں کے لئے جو اصول وہدایات مقرر فرمائے ان پر پورا پورا عمل کیا جائے، اسی طرح جہاں جان اور مال کی قربانی دے کر اس راستے میں نکلتے ہیں، وہاں ’’انا‘‘ کو بھی اس راستے میں قربان کیا جائے تو اس راستے کی برکات نصیب ہوں گی، ورنہ ان آزاد منش اور نفس پرست لوگوں سے بجائے فائدہ کے الٹا اس کام اور دین کو نقصان ہوتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس دین کی اشاعت کے لئے دین کے کسی نہ کسی شعبہ میں قبول فرمالیں اور دین کے لئے جو جو جماعتیں اور افراد جہاں جہاں، جس جس انداز میں محنت کررہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کی محنت کو قبول فرمائیں اور اس کے اثرات پورے عالم پر مرتب فرمائیں۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

REGD. NO. SS-160

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟

قادیانی ہمارے نوجوانوں کو ورغلا کر مرتد بنا رہے ہیں
اس مقصد کے لئے وہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں

ہفت روزہ **ختم نبوۃ**

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے اور مجلس کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتا ہے، جس میں سیرتِ رسولِ آخریں صلی اللہ علیہ وسلم، سیرتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دینی و اصلاحی مضامین شائع کیے جاتے ہیں مرزائیت کا بھی جدید انداز میں تجزیہ کیا جاتا ہے۔

جب آپ حق پر ہیں تو

آپ نے ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کیا انتظام کیا؟

کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیاں کے بارے میں معلومات حاصل کریں؟

اگر ہے تو آج ہی ملت اسلامیہ کے بین الاقوامی

ہفت روزہ **ختم نبوۃ** کا مطالعہ کیجئے

یہ ہفت روزہ امریکہ، برطانیہ، اسپین، ماریشس، جنوبی افریقہ، سعودی عرب، نائجیریا، قطر، بنگلہ دیش، آسٹریلیا کے علاوہ دنیا کے کئی ممالک میں بھی جاتا ہے۔

خوبصورت ٹائٹل | کمپیوٹر کتابت | عمدہ طباعت

ہر جمعہ کو پابندی سے شائع ہوتا ہے

تعاون کا ہاتھ بڑھائیے

خریدار بنیئے ـــ بنائیے ۔ اشتہارات دیجیے ۔ مالی امداد فراہم کیجیے